احوال و تعلیمات

شیخ ابو الحسن ہجویری داتا گنج بخشؒ

3

از

ڈاکٹر محمد باقر

ادارۂ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور

انتشارات ادارۂ تحقیقات پاکستان

شمارہ ۱۴۷

ادارہ تحقیقات پاکستان متروکہ اوقاف بورڈ حکومت پاکستان کی مالی امداد کا ممنون ہے جس کی وجہ سے ادارے کے لیے تصنیف و تالیف کا کام آسان ہو گیا ہے۔

طبع اول : مارچ ۱۹۸۹ء
ISBN 969-425-073-0
قیمت : ۵۰ روپے
طابع : سید محمد علی انجم رضوی
مطبع : عظیم پرنٹنگ کارپوریشن
3410 ۔ غازی روڈ ۔ لاہور کینٹ
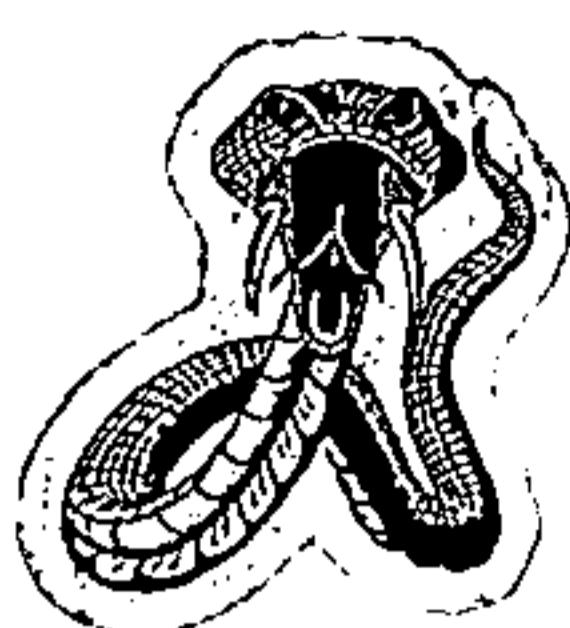
فہرست مندرجات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز

حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب اپنے ذیلی اداروں کے توسط سے اس فقیر سے گزشتہ کئی سالوں سے سید علی ہجویری اور ان کی گرانقدر تالیف کشف المحجوب کے سلسلے میں خط و کتابت کرتی رہی - پہلے ارشاد ہوا کہ چونکہ سید کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا کشف المحجوب کا کوئی نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا اور مختلف مطبوعہ نسخوں کے متن میں تفاوت ہے اس لیے ایک ایسا متن مرتب کر دو جسے صحیح اور معیاری کہا جا سکے - میں نے یہ خدمت اپنے لیے باعث سعادت سمجھ کر کام شروع کر دیا - قدیم ترین مطبوعہ نسخۂ لاہور (۱۸۷۴ء) تلاش اور حاصل کیا - اور ایک دو عریضے حکومت کو لکھے لیکن کوئی جواب موصول نہ ہوا -

پھر کچھ عرصے کے بعد حکومت پنجاب نے خود رابطہ قائم کر کے اس فقیر سے اصرار کیا کہ کشف المحجوب کے قدیم ترین مطبوعہ اردو ترجمہ کی نوک پلک درست کر کے شائع کرنے کے لیے دے دو - یہ ترجمہ راقم کے کتاب خانے کی زینت ہے - اس پر کام ہوتا رہا لیکن حکومت نے حسب سابق چپ سادھ لی -

اب تک کئی سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور کئی حکومتیں بدل چکی ہیں - پھر حکم ملا کہ بندہ احوال و تعلیماتِ حضرت سید پر ایک کتاب مرتب کر دے - اور اس کا ایک معقول اعزازیہ دیا جائے گا - راقم نے پھر ہاں کر دی . لیکن ایوانِ حکومت سے پھر کوئی صدا بلند نہ ہوئی -

فقیر اس سارے عرصے میں اس مخمصے سے دوچار رہا کہ یہ بیل منڈھے کیوں نہیں چڑھتی ؟ سوتے جاگتے ذہن پر یہ بوجھ رہتا کہ اگر یہ کام ہو جاتا تو سعادتِ دارین حاصل کرنے کے علاوہ کچھ دنیوی منفعت کی سبیل بھی بنتی - چنانچہ ہر دفعہ کی سعی میں ضروری مواد و منابع جمع کرنے میں اچھی خاصی کامیابی بھی ہوئی ، لیکن کام کی تکمیل کی راہیں وا نہ ہوئیں - اس سے اس فقیر کا اضطراب بڑھا - کیونکہ منازل حیات میں بہت جلد ختم ہونے والی وہ منزل شروع ہو چکی ہے جس میں انسان توبہ اور شکر میں مشغول رہے تو اس کا ہر طرح کا فایدہ ہے - شکر کی ایک نوع یہ ہے کہ اُن تعلیمات کو عام کیا جائے جن سے ہر فردِ بشر کو خدا اور رسول[ص] کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق میسر آئے - اور حضرت سید[رح] کی تعلیمات کا جو اثر اس فقیر نے قبول کیا ہے وہ یہی ہے کہ اُنہوں نے انسانیت کی راہنمائی اس راہ کی طرف کی - سوچ سوچ کر قلب نے جواب دیا کہ تم خود اب تک غلط راستے پر چل رہے ہو - تم حضرت سید جیسے بے لوث اور نا دنیا دار انسان کے توسط سے اپنی

دنیا کی تحلیل چاہتے ہو اور اس وسیلے سے آخرت کی بہبود کی حرص بھی رکھتے ہو۔ یہ تو الھاکم التکاثر (۱۰۲ : ۱) (نسل و مال کی بہتات نے تم لوگوں کو غافل بنا رکھا ہے) کی کیفیت ہے۔ اس سے باہر نکل کر منطقی طور پر کام کرو، تو کہیں پہنچ پاؤ گے۔ چنانچہ اس نیت سے یہ کام شروع کیا گیا کہ پہلے حضرت سیدؒ کے احوال و تعلیمات کو ترتیب دیا جائے، پھر بشرطِ امکان و حیات کشف المحجوب کا معیاری متن مختلف نسخوں سے درست کیا جائے اور پھر اردو ترجمہ۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ان تینوں کاموں کو بیک وقت شروع کر دیا گیا ہے۔ اور اس امید اور آرزو سے فارغ ہو کر کہ یہ کب ختم ہوتے ہیں اور کب طباعت و اشاعت کے مراحل طے کرتے ہیں؟ اس موقع پر حضرت سید علیؒ یاد آئے کہ انہوں نے ایک دفعہ جب بغداد میں مقروض ہو کر ناداروں کی احتیاجات رفع کرنا شروع کیں تو انہیں تنبیہ کی گئی کہ آپ قاضی الحاجات نہیں ہیں۔ یہ فقیر بھی اس نیت سے کام کا آغاز کر رہا ہے کہ اس کے ختم ہونے پر خدا اور رسولؐ کے ارشادات بلیغ انداز میں لوگوں تک پہنچیں گے، لیکن یہ منصوبہ کامیاب ہوگا تو صرف خدای تعالیٰ کی رضا سے اور اگر جزوی طور پر مکمل یا نا مکمل رہا تو بھی باری تعالیٰ کو یہی منظور ہوگا۔ اس فقیر کا فریضہ صرف صدق دل سے سعی کرنا ہے۔

میں نے سید علی ہجویریؒ کا جو مطالعہ کیا ہے۔ اس سے دو

باتیں منکشف ہوئیں - ایک تو یہ کہ وہ بہت بڑے عالم تھے - اُس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ کشف المحجوب میں اُنہوں نے جو آیات قرآن، احادیث اور اقاویل مشائخ نقل کیے ہیں اُن کی مجموعی تعداد کئی ہزار سے متجاوز ہے - عربی اشعار اس کے علاوہ ہیں - اسی طرح اقلاً ۲۸ علمی کتابوں کے حوالے کشف المحجوب میں مذکور ہیں -

جن فرقوں کا ذکر شامل کتاب ہے اُن کی تعداد ۵۰ سے کم نہیں - اور جن معاصر علما و عرفا اور قدیم روحانیوں کے اذکار درج ہیں اُن کی تعداد سینکڑوں پر پھیلی ہوئی ہے - ظاہر ہے کہ اس نوع کا کام صرف وہی آدمی سر انجام دے سکتا ہے جو وسیع و عمیق مطالعہ کا حامل ہو - اور سید علی ہجویریؒ ایسے ہی ایک عدیم المثال عالم بزرگ تھے -

دوسری بات جو قاری کو کشف المحجوب کے مطالعہ سے متاثر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سید علی ہجویریؒ کی ساری منطق، دلائل اور ماخوذ نتائج صرف ایک ہی سمت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ احکام ربانی اور ارشادات رسول ؐ کی روشنی سے مستنیر زندگی کیسے گزارنا چاہیے -

حضرت داتا صاحب ؒ کو قریب سے دیکھنا ہو اور اُن کی تعلیمات سے استفادہ کرنا ہو تو کشف کا بدقت مطالعہ کرنا لازمی ہے - اس میں آپ کے عقاید و کردار کے علاوہ ان کے اساتذہ اور اُن کی تعلیمات

کا ذکر ہے - جو غیر رسمی ہونے کے علاوہ اُس سوچ کی نشاندہی کرتا ہے جس سے داتا صاحب متاثر ہوئے - مثلاً اساتذہ سے اکتساب علم کے علاوہ آپ نے اساتذہ کے کردار سے جس طرح استفادہ کیا اُس کی متعدد مثالیں اس کتاب میں مذکور ہیں - صرف ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے - مثلاً آپ اپنے اُستاد ابو العباس شقانی کی خدمت میں ایک دن حاضر ہوئے تو دیکھا وہ یہ بات دہرا دہرا کر رو رہے تھے کہ اللہ نے مملوک بندے کی مثال دی ہے جسے کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ۔[1] پھر اُنہوں نے نعرہ مارا اور بیہوش ہوگئے - سیدؒ فرماتے ہیں : میں سمجھا دنیا سے رخصت ہو گئے - چنانچہ میں نے پوچھا : یا شیخ ! یہ کیا کیفیت ہے ؟ اُستاد نے جواب دیا : قرآن مجید کے گیارہ سال کے ورد کے بعد میں یہاں تک پہنچا ہوں - اب اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا - گویا خدا کے فرمان نے جو انسان کی بے چارگی اور بے بسی کی وضاحت کی ہے وہ اتنی حیران کن اور قطعی ہے کہ مجھ سے اب آگے بڑھنے کی قوت ہی سلب ہوگئی ہے - یعنی ارشادات ربانی کا صحیح ادراک انسان پر اس کی بے حقیقتی واضح کر دیتا ہے - اور داتا صاحب اس ادراک ، احساس اور تجربے کے قائل تھے - کہنا یہ مقصود ہے کہ اُن کی تعلیمات کا بنیادی محور قرآن اور صرف قرآن ہی ہے -

---

۱ - ایک مثل خدا نے بیان فرمائی ہے کہ ایک غلام ہے جو دوسرے کی ملک ہے - (اور) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا - (۱۶ : ۷۷)

باب اول

احوال شیخ ابوالحسن علی هجویری

۱ ۔ تاریخ ولادت

طبقات الصوفیہ (امالی شیخ الاسلام ابو اسمعیل عبداللہ ہروی انصاری) تالیف بعد از سال ۴۸۱ھ (۱۰۸۸ء) اورادالاحباب و فصوص الاداب تالیف ابو المفاخر یحیی باخرزی (متوفی ۶۵۹-۶۳۶ھ) اور فردوس المرشدیہ فی اسرار الصمدیہ تالیف محمود بن عثمان (سال ۷۲۸ھ) میں مخدوم ابوالحسن علی بن عثمان بن علی الجلابی الغزنوی ثم الہجویری کا ذکر نہیں ملتا ۔ سوانح نگاروں کا سب سے پرانا ماخذ نفحات الانس نورالدین عبدالرحمان جامی (مرتبہ ۸۸۳ھ/۱۴۷۸ء) بھی سال ولادت کی تصریح نہیں کرتا ، لیکن بعض لوگوں نے معاصر یا قریب کے ماخذ یا منابع سے استناد کے بغیر کئی سو سال کے بعد سال ولادت ۴۰۰ھ/۱۰۰۹-۱۰ء قرار دیا ہے ۔ جس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی ۔ للہذا اس سنہ کو مجعول سمجھنا چاہیے تا آنکہ اس کی کوئی سند دستیاب ہو ۔

۲ ۔ نام و نسب

آپ کا اسم گرامی علی ، کنیت ابو الحسن اور لقب داتا گنج

بخش ہے۔ انھوں نے اپنی تالیف کشف المحجوب کے آغاز میں اپنا تعارف یوں کرایا ہے:

"قال علی بن عثمان بن علی[1] الجلابی الغزنوی ثم الہجویری"[2]

اس اندراج سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والد کا نام عثمان اور دادا کا نام علی تھا، اور یہ کہ وہ اپنے آپ کو 'جلاب'، غزنی اور ہجویر سے منسوب کرتے تھے۔ وہ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہتے، لیکن تقریباً سوا سو سال پہلے لاہور کے ایک بزرگ مولوی نور احمد چشتی اپنی تالیف تحقیقات چشتی میں تحریر فرماتے ہیں:

"نسب شریف ان کی اس طرح سے زبانی مجاورین کے ظاہر ہوئی کہ حضرت علی گنج بخش بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمان ابن سید عبداللہ ہجویری بن سید ابوالحسن علی بن سید حسن بن سید زید شہید بن حضرت امام حسن بن حضرت علی المرتضی شیر خدا، کرم اللہ وجہہ"۔[3]

چشتی صاحب نے نسب نامے کے لیے مجاوروں کی روایت کو اپنایا ہے جو سند کا اعتبار نہیں رکھتی۔ لہٰذا اتنی بات بالکل صحیح

---

۱ - بعض نسخوں میں دادا کا نام ابی علی درج ہے۔ دیکھیے نسخۂ ژوکوفسکی، ص ۱

۲ - ص ۶ (نسخۂ سلیمانوف)

۳ - تحقیقات چشتی، مولوی نور احمد چشتی، ص ۱۸۷-۸۸

ہے کہ آپ کے والد کا نام عثمان اور دادا کا نام علی تھا ۔ اس سے آگے محض قیاس اور ظن ہے ۔

دارا شکوہ پہلا آدمی ہے جو سید علی کے مولد کا ذکر اور جلاب و ہجویر کی توضیح یوں کرتا ہے :

"اصل ایشان از غزنین است ۔ و جلاب و ہجویر دو محلہ است از محلات شہر کہ انتقال کردہ اند از یکی بدیگری ۔ و قبر والدۂ بزرگوار ایشان در غزنین است" ۔[1]

(یہ اصل میں غزنین کے ہیں ، اور جلاب اور ہجویر اس شہر کے علاقوں میں سے دو علاقے ہیں جو ایک دوسرے میں مدغم ہوگئے ہیں ، اور ان کی والدۂ بزرگوار کی قبر غزنین میں ہے)۔

راقم نے غزنی کو آخری مرتبہ ۱۹۷۱ء میں دیکھا ہے ۔ یہ ایک اجڑا ہوا شہر ہے ۔ جو اپنی عظمت پارینہ پر نوحہ کناں ہے ۔ یہاں ابھی تک چند مزار ایسے ہیں جو اس کے ماضی کی اہمیت و حیثیت پر دال ہیں ۔ ان میں سے مشہور ترین یہ ہیں :

مزارات حکیم سنائی ، بہلول ، علی لالا ، شاہ میر فالیزوان ، تاج اولیاء (حضرت داتا صاحب کے ماموں) ، خواجہ بلغار ، سلطان محمود ، سلطان مسعود سبکتگین ، سلطان حلقوم ، سلطان عبدالرزاق ، سلطان مودود ، شمس صاحب اور شیخ عبدالسلام ۔

---

۱ ۔ سفینۃ الاولیاء ، محمد دارا شکوہ ، ص ۱٦۴

لیکن کابل سے بطرف جنوب ۱۳۵ کیلومیٹر[1] کے فاصلے پر واقع اس شہر کے متعلق یہ اطلاع محمد داراشکوہ کے سوا کسی اور جگہ سے نہیں ملتی کہ اس کے دو محلے یا مضافات جلاب اور ھجویر بھی تھے - جن سے سید علی نے اپنے آپ کو منسوب کیا ہے - یہ بھی ممکن ہے کہ محمد داراشکوہ کے عہد تک غزنی ، جلاب اور ھجویر آباد ہوں - اس لیے اس کی تردید نہیں کی جا سکتی - یہ اطلاع شاید مفید ہو کہ چوتھی صدی ھجری یعنی سید علیؒ سے ایک صدی پہلے شعرائے متقدم میں سے ایک مشہور شاعر شاکر بخاری کے نام کا ہو گزرا ہے جس کا تخلص جلاب تھا - مجمع الفرس سروری میں مؤلف نے کلمۂ جلاب کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے :

"جلاب بوزن گلاب ، نام شاعری استادست کہ در بخارا بود ، کذا فی التحفہ" -[2]

لغت فرس اسدی میں اس شاعر کے بہت سے اشعار نقل ہوئے ہیں -[3]

سید علی ھجویری اپنی تالیف کشف المحجوب کی ابتدا میں ذکر کرتے ہیں کہ میرا ایک دیوان بھی تھا جو کسی نے لے کر واپس

---

۱ - قاموس جغرافیائی افغانستان ، محمد حکیم ناھض ، ۳ ، ص ۸۳-۸۷ ؛ حدودالعالم ، ۲۰ ، ۳۵ ، ۶۴

۲ - مجمع الفرس سروری ، ۳۰

۳ - لغت فرس اسدی ، ۳۰ ، ۶۰ ، ۶۱ ، ۳۵۰

نہ کیا[1] ۔ محمد لوے عباسی کا خیال ہے کہ گو تذکروں میں اس کا ذکر نہیں ، لیکن ان کا تخلص جلابی[2] تھا ۔ چنانچہ ان کے جو چند اشعار دستیاب ہوئے ہیں ان میں وہ علی کا تخلص استعمال کرتے ہیں :

ای علی تو فرخی در شہر و کوی
دہ ز عشق خویشتن ہر سو صلا
مکن ای علی بیش ازین گفتگوی
کہ مرد خدایی و پاکیزہ خوی[3]

معلوم نہیں ہو سکا کہ محمد عباسی نے ان کا تخلص جلابی کیسے قرار دیا ہے ۔ وہ کوئی سند پیش نہیں کرتے ۔

۳ ۔ اساتذہ ، تعلیم و تربیت ء

سید علی ھجویری اس عہد میں بقید حیات تھے جب عصر حاضر کی طرز کے مکاتب و دانشگاہیں قائم نہیں ہوئی تھیں ۔ تدریس و تحصیل کا ایک مروج طریق کار یہ تھا کہ حاجتمند ان فاضل اساتذہ کی خدمت میں شخصاً حاضر ہوتے ، جن سے انہیں کسب فیض کرنا ہوتا ۔ اس میں ملک و مقام کی تخصیص نہ تھی ۔ چنانچہ سید علی

---

۱ ۔ کشف المحجوب (سلیانوف) ۶

۲ ۔ تحقیقات نوین راجع بہ کشف المحجوب متن ژوکوفسکی ، بیست و یک

۳ ۔ تذکرۂ شعرای پنجاب (سرھنگ) خواجہ عبدالرشید ، ص ۲۵۰

بھی ہمیں سلک بہ سلک اپنے معاصر اساتذہ کی خدمت میں پہنچتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ ان کا ذکر انھوں نے کشف المحجوب میں اس طرح کیا ہے :

(الف) شیخ ابوالعباس شقانی (اشقانی[1])

"شیخ امام اوحد و اندر طریق خود مفرد ، ابو العباس احمد بن محمد الاشقانی : اندر فنون علم اصول و فروعی امام بود - - - مرا با وی آنسی عظیم بود و برابر من شفقتی صادق ، و اندر بعضی علوم استاد من بود" ۔

(کشف المحجوب ، سلیانوف ، ۲۱۰)

---

۱ - انہیں شقانی (صوفیاے پنجاب ۳۴) اور اشقانی دونوں طرح سے لکھا جا رہا ہے ۔ ژوکوفسکی نے متن کشف المحجوب میں شقانی (ص ۱۸۹، ۵۱۳) اوراشقانی (ص ۲۱۰، ۲۵۹) دونوں طرح درج کیا ہے ۔ مولانا جامی نے نفحات الانس (ص ۳۵۵) میں شقانی لکھا ہے ۔ شقان از روستاهای شهرستان نیشاپور است (کشف بتصحیح علی قویم ، حاشیہ ص ۴)

شقان : شهری وسط است و بیست پاره دیه از توابع آنست ۔ و از اقلیم چهارم است ۔ و محصول از ہر نوعی دارد (نزہت القلوب حمداللہ مستوفی قزوینی ، ص ۱۸۶)

Shaqqan. A medium-sized town, with twenty villages of its dependencies. It is of the Fourth Clime, and has crops of all kinds. (Ge Le Strange, *Nuzhat-al-Qulub*, 149).

(اپنے طریق میں شیخ و امام یگانہ ابو العباس احمد بن محمد الاشقانی ، فنون علم اصول و فروع میں امام تھے - - - مجھے ان سے بہت آنس تھا اور انہیں مجھ سے شفقت صادق ، اور بعض علوم میں میرے آستاد تھے) -

حضرت داتا صاحب ؒ نے کشف المحجوب میں اپنے اس استاد کا پانچ دفعہ مختلف مواقع پر ذکر کیا ہے - جس سے ان کی علمیت ، شخصیت ، عقاید اور کردار پر روشنی پڑتی ہے -

حسین بن منصور حلاج کے تذکرہ کے دوران ہجویری فرماتے ہیں :

"باز گروہی اندر امر وی توقف کردہ اند ، چون جنید و شبلی و جریری و حصری و جز ایشان - و گروہی دیگر بسحر و اسباب آن وی را منسوب کردہ اند ، اما اندر ایام ما شیخ ابو سعید و شیخ ابو القاسم گرگانی "شیخ ابو العباس شقانی اندر حدیث وی سری داشتہ اند - و بنزدیک ایشان بزرگ"[۱] -

(ایک گروہ نے اس کی بابت توقف کیا ہے جیسے کہ جنید ، شبلی ، جریری اور حصری وغیرہ نے - اور ایک اور گروہ نے اسے سحر اور اس کے اسباب سے نسبت دی ہے ، لیکن ہمارے زمانے میں شیخ ابو سعید ، شیخ ابو القاسم گرگانی اور شیخ

۱ - کشف المحجوب (تہران ایڈیشن) ، ۱۸۹

ابو العباس شقانی نے اس کی بات کا راز سمجھا ہے اور ان کے نزدیک وہ ایک بزرگ ہے) ۔

منصور کے متعلق سید ہجویری اپنے استاد کی رائے سے متاثر اور متفق نظر آتے ہیں ۔ یہ عقیدے کی بات ہے ۔

نفس امارہ : پھر ایک جگہ نفس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:
"شیخ ابو العباس اشقانی ، کہ امام وقت بود گفت : من روزی بخانہ اندر آمدم ۔ سگی دیدم زرد ، بر جای خود خفتہ ۔ پنداشتم کہ از محلت اندر آمدست ۔ قصد راندن وی کردم و وی بزیر دامن اندر آمد ، و ناپدید شد"[1]

(امام وقت شیخ ابو العباس اشقانی نے کہا : ایک دن میں گھر آیا تو ایک سگ زرد کو اپنی جگہ پر سوتا پایا ۔ میں سمجھا کہ گلی سے اندر گھس آیا ہے ۔ میں اسے بھگانا چاہتا تھا کہ وہ میرے دامن میں گھس کر غائب ہوگیا) ۔

سید ہجویری کے استاد کا نفس امارہ کا یہ تصور اہل بینش کے لیے کتنا صحیح ہے !

انسان کی قدرت

قرآن مجید کے حوالے سے انسان کی صحیح قدرت بیان کرتے

---

۱ ۔ کشف المحجوب ، ص ۲۹۹

ہوئے اپنے استاد ابو العباس شقانی کا یہ واقعہ سید علی ہجویری نے نقل کیا ہے :

”روزی من پیش شیخ ابوالعباس شقانی اندر آمدم - وی را یافتم میخواند :

ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکا لا یقدر علی شیء

و میگریست و نعرہ میزد تا پنداشتم کہ از دنیا برفت ۔ گفتم : ایھا الشیخ این چہ حالتست ؟ گفت : یازدہ سالست تا وردم اینجا رسیدہ است - ازینجای من نتوانم گذشت“ -[1]

(ایک دن میں شیخ ابوالعباس شقانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں یہ آیت پڑھتا ہوا پایا :

اللہ نے مثال دی ایک مملوک بندے کی جو کسی چیز پر قادر نہیں -

(وہ یہ الفاظ پڑھتے جاتے تھے) اور روتے جاتے تھے - پھر انھوں نے نعرہ مارا اور بیہوش ہوگئے - میں سمجھا کہ دنیا سے رخصت ہوگئے - میں نے پوچھا : اے شیخ یہ کیا کیفیت ہے ؟ فرمایا : گیارہ سال میں میرا ورد (قرآن) یہاں تک پہنچا ہے - اب یہاں سے میں آگے بڑھ نہیں سکتا) -

---

۱ - کشف (تہران) ۵۱۳ - اصل آیت یوں ہے : و ضرب اللہ مثلاً رجلین احدھما ابکم لا یقدر علی شیء ---- (۱۶ : ۷۶)

انسان بزعم خویش اپنے آپ کو نہ جانے کیا کچھ سمجھتا ہے ، لیکن انسان کی صحیح طاقت اور قدرت کے متعلق اللہ کا فرمان دیکھ کر پران چھوٹ گئے کہ حقیقت ظاہریت سے کتنی مختلف ہے ۔

سماع کا ذکر کرتے ہوئے علی ہجویری نے اپنے استاد اشقانی کا ایک حیرتناک تجربہ بیان کیا ہے :

”من کہ علی بن عثمان الجلابی‌ام از شیخ ابوالعباس شقانی شنیدم کہ گفت : روزی در مجمعی بودم کہ گروہی سماع می کردند ۔ دیوان دیدم برہنہ اندر میان ایشان بازی می‌کردند ۔ و من متعجب حال ایشان ماندہ بودم کہ در میدمیدند و ایشان گرم تر می شدند“ ۔۱

(میں نے کہ علی بن عثمان جلابی ہوں شیخ ابو العباس شقانی سے سنا کہ انھوں نے کہا : ایک دن میں ایک مجلس میں تھا جہاں ایک گروہ سماع کر رہا تھا ۔ ان کے درمیان میں نے ننگے شیطانوں کو ناچتے دیکھا ، اور میں ان کی صورت حال سے حیران تھا کہ (یہ دیو) ان پر پھونکیں مارتے تھے اور وہ گرم تر ہو جاتے تھے) ۔

سید علی ہجویری کے علاوہ مولانا جامی نے جو تصویر شیخ شقانی کی کھینچی ہے ۔ وہ یہ ہے :

---

۱ ۔ کشف (تہران) ۷ ، ۵

ایک روز شیخ ابو سعید ابو الخیر نیشاپور میں اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بہت بڑے سید جو اکابر سادات نیشاپور میں سے تھے، شیخ کے سلام کے لیے آئے، اور شیخ کے پہلو میں بیٹھ گئے - اتفاق سے اسی وقت ابو العباس شقانی آ گئے - شیخ ابو سعید نے انھیں سید سے زیادہ معزز جگہ پر بٹھایا - سید کو اس سے رنج ہوا - شیخ ابو سعید نے ان سے فرمایا : کہ ہم جو تمھیں دوست رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے دوست ہیں ، اور ان کو اللہ کی وجہ سے دوست رکھتے ہیں -[1]

(ب) شیخ ابو جعفر محمد المصباح الصیدلانی

اکتساب کے سلسلے میں سید ہجویری اس شیخ کا نام لیتے ہیں

---

۱ - روزی شیخ ابو سعید ابو الخیر در نیشاپور در خانقاہ خود نشستہ بود کہ سید اجل کہ از اکابر سادات نیشاپور بود بسلام شیخ آمدہ بود و در پہلوی شیخ نشستہ بود ، شیخ ابو العباس شقانی درآمد - شیخ او را بالای سید اجل نشانید - سید اجل از آن رنجہ شد و داوری در اندرون وی پدید آمد - شیخ روی بسید اجل کرد و گفت : شما را کہ دوست میدارند برای مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست دارند و اینہا را کہ دوست دارند برای خدای عز و جل دوست دارند -

(نفحات الانس جامی ، ۵۳۷)

جن کی کچھ تالیفات سید موصوف ان کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھتے ہیں :

"شیخ بزرگوار ابو جعفر محمد بن المصباح الصیدلانی[1] از رؤسای متصوف بود و زفانی نیکو داشت اندر تحقیق ، و میلی عظیم داشت بحسین بن منصور - و بعضی از تصانیف وی برو خواندم"۔

(کشف ، طہران ، ۲۱۴)

(شیخ بزرگوار ابو جعفر محمد بن المصباح الصیدلانی صوفیاء کے سرداروں میں سے تھے ، اور تحقیق میں ان کی زبان بڑی عمدہ تھی - حسین بن منصور سے انھیں بڑی رغبت تھی - میں نے ان کی بعض تصانیف ان کے سامنے پڑھیں) -

(ج) سید ہجویری نے شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری[2] سے بھی فیض حاصل کیا - اس لیے جا بجا انھیں استاد کے نام سے یاد فرماتے ہیں :

---

۱ - ابو جعفر صیدلانی ، ابو الحسن صائغ دینوری کے استاد اور بغداد کے رہنے والے تھے - حضرت جنید ابو العباس کے ہمعصر اور مکہ میں مجاور تھے - انھوں نے مصر میں وفات پائی - ان کی قبر زقاق مصری کے پہلو میں ہے -

(نفحات الانس جامی، ۱۸۶)

۲ - کئی رسالوں اور تفسیر لطائف الاشارات کے مصنف ہیں - حضرت ابو علی دقاق کے مرید تھے ، اور ابو علی فارمدی کے استاد - ربع الاخر سنہ ۴۶۵ ھجری میں وفات پائی -

(نفحات الانس جامی ، ۳۵۵)

''از استاد امام ابوالقاسم القشیری (رض) شنیدم کہ گفت:
وقتی از طابرانی پرسیدم از ابتدای حالش گفت : وقتی مرا سنگی
می بایست از رود خانۂ سرخس ہر سنگ کہ بر میگرفتم جوہری
میشد و باز می انداختم ۔ و این ازان بود کہ ہر دو بنزدیک
وی یکسان بود ۔ لا بل کہ ہنوز جوہر خوار تر کہ ویرا
ارادتِ سنگی بود و ازانِ جوہر نہ'' ۔ (کشف ، طہران۔ ۲۸۳)
(میں نے استاد امام ابو القاسم القشیری سے سنا کہ انھوں نے
فرمایا : میں نے جب طابرانی (طبرانی) سے ان کے ابتدائے حال
(ابتدائی روحانی تجارب) کا پوچھا تو انھوں نے کہا : ''جب
مجھے پتھر کی ضرورت ہوتی اور میں نہر سرخس سے پتھر اٹھاتا
تو وہ ہیرا بن جاتا ۔ میں اسے پھر واپس پھینک دیتا'' ۔ اور
یہ اس وجہ سے تھا کہ ان کے نزدیک ہر دو برابر تھے ۔ نہیں
بلکہ ہیرا گھٹیا تھا کیونکہ انھیں ضرورت پتھر کی ہوتی تھی
نہ کہ ہیرے کی) ۔

انسانی حوائج کے احساس اور ان کی صحیح کفالت کا جو معیار
اس ایک واقعہ میں بیان کیا گیا ہے وہ بنی نوع انسان کے لیے
سر چشمۂ ہدایت ہے ، اور اسلامی مزاج کا آئینہ دار ۔

استاد قشیری کا ذکر کرتے ہوئے سید علی نے فرمایا :

''اندر زمانۂ خود بدیعست و قدرش رفیعست و منزلت بزرگ'' ۔
(کشف ، طہران ، ۲۰۹)

(اپنے زمانے کے وہ ایک لاثانی انسان ہیں ۔ ان کی اونچی قدر ہے اور بڑی منزلت) ۔

کشف میں اس استاد کا ذکر مختلف مقامات پر کم و بیش دس مرتبہ آیا ہے ۔

(د) **شیخ ابو القاسم علی گرگانی**[1] سے ایک گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے سید علی نے شیخ کی تلقین کا ذکر ان کی زبان سے یوں کیا ہے :

"آدمی ہرگز از بند پندار نرهد ۔ ویرا باید کہ درگاہ بندگی گیرد و جملۂ نسبتها از خود دفع کند ، بجز نسبت مردی و فرمان برداری" ۔

(کشف ، طہران ۲۱۲)

(انسان زندان پندار سے کبھی رہائی نہیں پاتا ۔ [حالانکہ] اسے چاہیے کہ درگاہ بندگی سے وابستہ ہو کر دیگر تمام نسبتوں سے اپنا ناطہ توڑ لے ، سوائے مردی اور فرمان برداری کی نسبت کے) ۔

شیخ علی گرگانی نے ان مختصر الفاظ میں انسان کے خدا سے

---

۱ - بے عدیل عالم تھے ۔ تین واسطوں سے آپ کا سلسلہ سیدالطائفہ حضرت جنید سے جا ملتا ہے ۔ بعض مشکل مسائل کے لیے سید ہجویری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

تعلقات پر ایک بسیط راہنمائی کی ہے - اور یہ بھی بتایا ہے کہ انسان اپنے فخر و پندار کی وجہ سے گوناگوں حرص و آز کے زندان میں محبوس رہتا ہے - لیکن صحیح راستہ صرف ایک ہی ہے کہ ہر طرح کی دیگر نسبتوں اور وابستگیوں سے مردانہ وار ناطہ توڑ کر صرف باری تعالیٰ کی بندگی کی دہلیز پر سر جھکا دیا جائے -

(٥) **شیخ ابو الفضل محمد بن الحسن الختلی** تصوف میں سید علی[7] کے مرشد تھے - اور ھجویری نے آن کا اعلیٰ مرتبہ یوں مقرر کیا ہے کہ وہ علم تفسیر اور علم حدیث کے بڑے اونچے پایہ کے عالم تھے :

"اقتداء من درین طریقت بدوست - عالم بود بعلم تفسیر و روایات و اندر تصوف مذہب جنید داشت و مرید حصری بود و صاحب سر وی بود" - (کشف ، طہران ، ۲۰۸)

(اس طریقت میں میں آن کا مقتدی ہوں - وہ علم تفسیر و حدیث کے عالم تھے - اور تصوف میں مذہب جنید کے پیرو تھے - وہ حصری کے مرید تھے اور آن کے راز دار)

اپنے اس آستاد کی گوشہ نشینی ، عقاید اور تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے سید نے لکھا ہے :

"شصت سال بحکم عزلتی صادق بگوشہ ہا اندر سی گریخت و نام خود از میان خلق گم کردہ بود و بیشتر بجبل لکام بودی-

معنوی نیکو بود و روایات و براہین بسیار داشت ، اما بلباس و رسوم متصوفہ نداشتی و با اہل رسم شدید بود - و من ہرگز مہیب تر از وی ندیدم - از وی شنیدم کہ گفت : ''الدنیا یوم ولنا فیہا صوم'' - دنیا یک روز است و ما اندر آن روز بروزہ ایم - یعنی ازان ہیچ نصیب نمی گیریم و اندر بند وی نیائیم ، زانچ آفت آن بدیدہ ایم و بر حجب آن واقف شدہ و ازان اعراض کردہ -

(کشف ، طہران ، ۱۰۸)

(انہوں نے ساٹھ سال عزلت (تنہائی) صادق کے گوشوں میں گزار دیے اور اپنا نام خلق کو بھلا دیا (یعنی گمنام رہے) - بیشتر وقت انہوں نے جبل لکام پر گزارا ، اچھی عمر پائی - ان کی بزرگی کی بہت سی روایات اور براہین ہیں لیکن وہ تصوف کے لباس اور رسوم کے پابند نہ تھے - اور رسوم کے پابند لوگوں سے بہت سختی سے پیش آتے تھے - میں نے ان سے زیادہ رعب والا آدمی نہیں دیکھا - میں نے ان سے سنا کہ فرما رہے تھے :

''دنیا صرف ایک دن ہے - اور ہم اس دن کا روزہ رکھے ہوئے ہیں'' - یعنی اس (دنیا) سے کوئی حصہ نہیں لیتے اور اس کے جال میں نہیں پھنستے - کیونکہ اس کی آفت ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں - اور اس کے پردوں سے واقف ہیں - اس لیے ہم اس سے دور ہٹ گئے ہیں'' -

ایک دلچسپ تجربے اور سوچ کا ذکر کرتے ہوئے سید ہجویری اپنے اس استاد کے متعلق لکھتے ہیں :

"وقتی من بردست وی آب می ریختم ، مر طہارت را ، اندر خاطرم بگذشت کہ چون کارھا بتقدیر و قسمت است چرا آزادان خود را بندۂ پیران کنند ؟ گفت : "ای پسر ! دانستم کہ چہ اندیشیدی ۔ بدانک ھر حکمی را سبب است ۔ چون حق تعالٰی خواہد کہ عوان بچہ را تاج کرامت بر سر خواہد نہاد ویرا توبہ دھد و بخدمت درس مشغول کند ، تا این خدمت مر کرامت ویرا سبب گردد" ۔ (کشف ، طہران ، ۲۰۹-۲۰۸

(ایک دفعہ میں طہارت کے لیے آن کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا تھا کہ میرے جی میں آئی کہ جب یہ طے ہے کہ ہر ایک کام تقدیر و قسمت سے وابستہ ہے تو آزاد لوگ اپنے آپ کو پیروں کا غلام کیوں بناتے ہیں ؟ [یعنی مرادیں حاصل کرنے کے لیے] آپ نے فرمایا : بیٹے جو تم سوچ رہے ہو وہ میں جانتا ہوں ۔ سمجھ لو کہ ہر حکم (الٰہی) کے لیے ایک سبب بنتا ہے ۔ جب حق تعالٰی چاہتے ہیں کہ عوان بچہ (پاسبان کے بیٹے) کے سر پر تاج کرامت رکھا جائے تو اُسے توبہ (کرنے کا ڈھنگ) بتاتے ہیں اور اپنے ایک دوست کی خدمت پر لگا دیتے ہیں تا کہ یہ خدمت اس کی کرامت [کے حصول کا] وسیلہ بن جائے)

گویا ہر حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے ظاہری اسباب ضرور

فراہم ہوتے ہیں اور ان اسباب میں انسان کی حیثیت صرف ایک پرزے کی ہے - اور اُس کے فرائض صرف توبہ اور خدمت ہیں - مرشد کی وفات کا ذکر اس طرح کیا ہے :

"آن روز کہ ویرا وفات آمد بیت الجن بود - و آن دہیست بر سر عقبۂ میان بانیان (بانیار) رود و دمشق -

(کشف ، طہران ، ۲۰۹)

(وہ بیت الجن میں تھے جس دن اُن کی وفات ہوئی - یہ بانیان (بانیار) رود اور دمشق کے درمیان ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع قصبہ ہے - [اُس وقت] اُن کا سر میری گود میں تھا) -

مرشد کے وصال کے وقت اُن کی آخری بات جو سید علی نے سنی وہ بڑی اہم ہے - کہتے ہیں :

"مرا رنجی می بود اندر دل از یکی یاران خود ، چنانک عادت آدمیان بود - وی مرا گفت : اے پسر مسئلہ ای از اعتقاد با تو بگویم - اگر خود را بران درست کنی از ہمہ رنجہا باز رہی- بدانک اندر ہمہ محلہا آفرینندۂ حالہا خدایست عز و جل از نیک و بد باید کہ بر فعل وی خصومت نکنی و رنجی بدل نگیری - و بجز این وصیتی دراز نکرد و جان بحق تسلیم کرد - رحمۃ اللہ علیہ و رضی اللہ عنہ و سقاہ صوب رضوانہ وھو اعلم -

(کشف ، طہران ۲۰۹)

(میرے دل میں ایک دوست کی طرف سے کچھ رنج تھا ، جیسا کہ عام آدمیوں کی عادت ہے ۔ آپ نے مجھ سے فرمایا : بیٹے ! میں تمھیں اعتقاد کا ایک مسئلہ بتاتا ہوں ۔ اگر تم اپنے آپ کو اس کے مطابق بنا لو گے تو سب رنجوں سے نجات پا جاؤ گے ۔ خدائے عز و جل نیک و بد حالات کے تمام مواقع کا خالق ہے ۔ اس لیے تمہیں اس کے کسی فعل کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے اور نہ دل میں رنجیدہ ہونا چاہیے ۔ اس وصیت کے سوا انھوں نے اور کچھ نہ کہا اور جان خالق کے سپرد کر دی ۔ رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ و سقاہ صوب رضوانہ) ۔

اللہ ! اللہ !! راضی برضائے الٰہی رہنے کی کتنی خوبصورت تلقین ہے ۔

(و) سید علی ہجویری نے جن دس معاصر صوفیائے بزرگ کا ذکر کیا ہے ۔ ان میں سے چھ سے براہ راست کسی نہ کسی طرح اکتساب فیض کیا ہے ۔

شیخ ابو احمد المظفر بن احمد بن حمدان[1] چھٹے ایسے بزرگ ہیں ۔ جن سے سماع کی درخواست آپ نے کی اور قبول ہونے کے بعد شیخ نے جو ہدایت فرمائی وہ قابل غور ہے ۔ سید علی فرماتے ہیں :

''روزی من اندر گرمای گرم بنزدیک وی اندر آمدم ، باجامۂ

---

۱ ۔ نفحات الانس جامی ، ۳۴۸

راه بشولیده - وی مرا گفت : یا ابا الحسن ! ارادت حالی مرا بگوی تا چیست ؟ گفتم : مرا سی سماع باید - اندر حال کس فرستاد تا قوال را بیاوردند و جماعتی از اهل عشرت - و آتش کودکی من و قوت ارادت و حرفت ابتدا مرا اندر سماع کلمات مضطرب کرد - چون زمانی برآمد و سلطان و غلیان آن آفت اندر من کمتر شد ، مرا گفت : چگونه بود مر ترا با این سماع ؟ گفتم : ایها الشیخ ! سخت خوش بودم - گفت : وقتی بیاید که این و بانگ کلاغ ہر دو ترا یکسان شود - قوت سمع تا آنگاه بود که مشاہدت نباشد - چون مشاهدت حاصل آمد ولایت سمع ناچیز شد ، و نگر تا این را عادت نکنی تا طبیعت نشود و بدان بازمانی" - (کشف ، طہران ، ۳۱۲) :

(ایک دن میں سخت گرما میں آپ کے پاس مسافرت کا لباس پہنے پریشان پہنچا - آپ نے فرمایا : اے ابو الحسن ! بتاؤ اس وقت کیا چاہتے ہو ؟ میں نے کہا : مجھے سماع کی خواہش ہے - آپ نے اس وقت آدمی بھیج کر قوال اور اہل عشرت کی ایک جماعت کو بلوایا - سماع کی ابتداء میں ہی مجھے بچپن کے جوش ، قوت ارادہ اور شوق نے مضطرب کر دیا - جب تھوڑا سا وقت گزر گیا اور اس آفت کا قبضہ اور جوش مجھ پر کم ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا : یہ سماع تمہارے لیے کیسا رہا ؟ میں نے عرض کیا : اے شیخ ! میں بہت خوش ہوا -

آپ نے کہا ! ایک وقت ایسا آئے گا جب یہ (سماع) اور کوے کی آواز تیرے لیے یکساں ہوگی ، کیونکہ قوت سماع اس وقت تک ہوتی ہے جب مشاہدۂ (حق) نہ ہو ۔ جب مشاہدہ حاصل ہو جائے تو ولایت سماع معدوم ہو جاتی ہے ۔ اور دیکھو ! اسے (سماع کو) عادت نہ بنانا کہ طبیعت (ثانیہ) بن جائے ۔ اور تم (اصل متصد سے رہ جاؤ) ۔

گویا سماع کرانے والے بزرگ بھی سماع کے متعلق اچھی رائے نہ رکھتے تھے ۔

۴ ۔ تربیتی اثرات

جن معاصر بزرگوں سے سیّد علی ہجویری‌ؒ کو شرف تلمذ حاصل تھا اور جن کے سامنے آپ نے اکتساب فیض کے لیے زانوئے ادب تہ کیا ، ان کا ذکر اوپر آ چکا ہے ۔ لیکن معاصرین کے تذکرے میں آپ نے ان شیوخ کا ذکر بھی کیا ہے جن سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے ۔ اس طرح سے قدماء کے سلسلے میں آپ نے متعدد بزرگوں کی توصیف کی ہے جن کے عقاید اور/تبلیغات سے آپ مثبت طور پر متاثر ہوئے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ان تمام تربیتی اثرات نے سید ہجویری‌ؒ کو وہ کچھ بنایا جس کے لیے وہ آج علمی اور اسلامی دنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں ۔ للہذا اس موقع پر اجمالی طور پر ان علماء کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

(الف) شیخ خواجہ احمد حمادی سرخسی

سید علی اس بزرگ سے ماوراءالنہر میں ملے اور اس کی رفاقت کا ذکر یوں کرتے ہیں :

"خواجہ احمد حمادی سرخسی مبارز وقت خود و مدتی رفیق من بود - و از کار وی عجائب بسیار دیدم - وی از جوانمردان متصوف بود" -

(کشف ، علی قویم ، ۱۵۵)

(خواجہ احمد حمادی سرخسی اپنے وقت کے مبارز اور ایک مدت تک میرے رفیق رہے - میں نے ان کے کام میں بہت سے عجائب دیکھے - وہ نوجوان صوفی تھے) -

مسئلۂ ازدواج کے متعلق خواجۂ سرخس کا نظریہ واضح کرتے ہوئے لکھا ہے :

"احمد حمادی سرخسی کہ بماوراءالنہر رفیق من بود ، مردی محتشم بود - ورا گفتند : حاجت آید ترا بتزویج ؟ وی گفت : نہ - گفتند : چرا ؟ گفت : من اندر روزگار خود غایب باشم از خود ، یا حاضر بخود - چون غایب باشم از کونین یادم ناید - و اگر حاضر بوم ، نفس خود را چنان دارم کہ چون نانی بیابد، چنان داند کہ هزار حور یافتہ است - پس شغل دل عظیم باشد۔ ہر چہ خواہی گو باش - (کشف ، طہران ، ۷-۲۷۶)

(احمد حمادی سرخسی[1] ، جو ماوراءالنہر میں میرے رفیق تھے ، بڑے محتشم انسان تھے ۔ اُن سے پوچھا گیا : آپ کو ازدواج کی حاجت محسوس ہوتی ہے ؟ اُنھوں نے فرمایا : نہیں پوچھا گیا : کیوں ؟ فرمایا : میں ان دنوں یا تو اپنے آپ سے غایب ہوتا ہوں ، یا اپنے آپ میں حاضر ۔ جب غائب ہوتا ہوں تو کونین کو بھولا ہوا ہوتا ہوں ۔ اور اگر حاضر ہوتا ہوں تو میرے نفس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب اسے ایک روٹی مل جاتی ہے تو اسے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اسے ہزار حوریں مل گئی ہوں ۔ ذہن کو مصروف رکھنا بڑی بات ہے ۔ آپ جو کچھ بھی چاہیں اسے بننے کے لیے کہہ سکتے ہیں) ۔

اللہ اکبر !

(ب) شیخ ابو سعید فضل‌اللہ بن محمد المیہنی[2]

سید علی ہجویری پیر میہنہ شیخ ابو سعید فضل الدین محمد المیہنی سے بڑے متاثر نظر آتے ہیں ۔ لکھتے ہیں :

"شاهنشاه محبان ، ملک الملوک صوفیان ، ابو سعید فضل اللہ بن محمد محمد المیہنی رح سلطان طریقت بود، و جملہ اہل زمانہ

---

۱ ۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے نفحات‌الانس جامی ، ۳۵۹-۶۰

۲ ۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر مزید معلومات کے لیے دیکھیے : کشف‌المحجوب اور نفحات الانس جامی ، ۳۳۹ - ۴۴

ورا مسخر بودند ، گروہی بدیدار و گروہی باعتقاد ، و گروہی بقوت حال - و او عالم بود بفنون علم ، روزگاری عجیب داشت و شان عظیم"۔ (کشف ، طہران ، ۲۱۶)

(شاہنشاہ محبان ملک الملوک صوفیاں ، ابو سعید فضل اللہ بن محمد المیہنی بادشاہ طریقت تھے - اور دنیا کے سب لوگ اُنھوں نے تسخیر کیے ہوئے تھے ، کچھ اپنے دیدار سے ، کچھ اعتقاد سے اور کچھ قوت حال سے - وہ فنون علم کے ماہر تھے - اُن کا زمانہ عجیب تھا اور شان عظیم) -

(ج) شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی[1]

جن مشائخ سے پیر ہجویر کو بے حد دلی عقیدت تھی ، شیخ ابو عبداللہ محمد حکیم ترمذی اُن میں سے ایک ہیں - لکھتے ہیں :

"ومنہم شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی ، اندر فنون علم کامل و امام بود ، و از مشائخ محتشم بود - وی را تصانیف بسیارست و نیکو و کرامات مشہور اندر بیان ہر کتاب چون ختم الولایۃ و کتاب النہج و نوادر الاصول و جز این بسیار کتب دیگر ساختست - و سخت معظمست بنزدیک من ، زیراک

۱ - محمد بن علی الحکیم الترمذی ، مزید معلومات کے لیے دیکھیے نفحات الانس جامی ، ۱۳۱

دلم شکار ویست ۔ ۔ ۔ ویرا اندر ترمذ محمد حکیم خوانند و حکیمیان از متصوفہ اقتدا بدو کنند ۔"

(کشف ، طہران ۱۷۷ ، ۲۶۷ ، ۲۶۵)

شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (اور آن [صوفیائے کرام] میں سے شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی ایک محترم شیخ تھے جو فنون علم میں کامل اور امام تھے ۔ آن کی بہت سی اور عمدہ تصانیف اور کرامات مشہور ہیں ، جن کا ذکر آن کی کتابوں ختم الولایت ، کتاب النہج اور نوادرالاصول میں ہے ۔ ان کے علاوہ انھوں نے اور بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں ۔ میرے نزدیک وہ بڑے محترم ہیں کیونکہ میرا دل آن کا شکار ہے ۔ ۔ ۔ ترمذ میں انھیں محمد حکیم کہتے ہیں اور صوفیوں کا فرقۂ حکیمیان انھیں اپنا امام مانتا ہے) ۔

(د) حسین بن منصور حلاج

پیر ہجویر[7] اس عارف نامی کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں ۔ آن کا دفاع بھی کرتے ہیں ۔ اور آن کی کرامات کے بھی قائل ہیں ۔ اس سلسلے میں کشف المحجوب کے اقتباسات تذکرۃ الاولیای شیخ عطار اور محمد پارسا میں شامل ہیں ۔

(ہ) ان مشایخ کے علاوہ حضرت سید علی[7] نے اپنے جن معاصرین

کا ذکر کشف المحجوب میں کیا ہے اور جن میں سے بیشتر سے آپ ملے ہیں اُن سے ہر ایک کے متعلق آپ نے صرف چند تعریفی کلمات لکھنے پر اکتفا کی ہے اور ان کو مندرجہ ذیل علاقوں کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے :

۱ - شام و عراق

۲ - فارس

۳ - قہستان ، آذر بائیجان ، طبرستان اور کش

۴ - کرمان

۵ - خراسان

۶ - ماوراء النہر

۷ - غزنہ

(کشف ، باب ۱۳)

اور پھر بعض علاقوں کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر میں یہاں کے تمام صوفیا و مشائخ کو گنواؤں تو بات بڑی لمبی ہو جائے گی ۔

ان علاقوں کے مشائخ کے تذکرے اور ان سے ملاقات کے اذکار سے پتہ چلتا ہے کہ شوق تجسس و اکتساب علم حضرت داتا صاحب ؒ کو کن کن علاقوں میں کشاں کشاں لیے گیا ۔ آج کل کے لاہور

کے رہنے والوں کے لیے آن کے وطن غزنی تک پہنچنا بھی دشوار ہو رہا ہے ، جہاں سے وہ کئی مرتبہ یہاں آئے اور گئے ۔ حالانکہ اس تحریر کے وقت ہوائی جہاز سے لاہور غزنی سے صرف ڈھائی گھنٹے کی مسافت پر ہے اور سڑک کے راستے اس پر بارہ گھنٹے صرف ہوتے ہیں ۔

(و) سیاحت و گردش

حضرت سید علی ہجویری[7] محض سیر و تفریح کے لیے سیاحت و گردش کی طرف متوجہ نہ ہوئے ۔ انھوں نے اپنے اس مقصد کا ذکر بھی کہیں نہیں کیا ۔ لیکن کشف میں وہ اپنے عہد کی ممتاز اسلامی شخصیتوں سے مختلف ممالک میں ملاقات اور استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ آن کی سیاحت کا ایک بڑا مقصد کسب فیض اور تکامل طریقت تھا ۔ اس سلسلے میں وہ کہاں کہاں پہنچے ، کیا کیا تجارب حاصل کیے اور کن علماء و افاضل سے ذاتی ملاقات بھی کی آس کا ایک مجمل ذکر یہاں کیا جاتا ہے ۔

ماوراء النہر ۔ فرماتے ہیں :

"پیری را دیدم از اہل ملامت بماوراءالنہر ، کہ ہر چیزی کہ آدمی را دران نصیبی بودی ، نخوردی و نپوشیدی ۔ چیزہای خوردی کہ مردمان بینداختندی ، چون ترۂ پوسیدہ و کدوی تلخ و گذر تباہ شدہ و مثلہم ۔ و پوشش از خرقہ ہای ساختی

کہ از راہ بر چیدی و نمازی کردی و از آن مرقعہ ساختی" ۔
(کشف ، طہران ، ۵۶)

(میں نے ماوراءالنہر میں ایک بوڑھا دیکھا جو ملامتیہ فرقے کا تھا ۔ وہ نہ کوئی ایسی چیز کھاتا نہ پہنتا جس میں کسی آدمی نے شرکت کی ہو ۔ وہ ایسی چیزیں کھاتا جو لوگوں نے پھینک دی ہوں ، مثلاً سڑی ہوئی سبزی ، کڑوا کدو اور گلی ہوئی گاجر وغیرہ ۔ وہ راستے سے چیتھڑے اٹھا کر اور دھو کر لباس بنا لیتا اور انہی سے اس نے ایک مرقعہ بنایا تھا) ۔

آذر بائیجان

"وقتی در خدمت شیخ خود میرفتم اندر دیار آذر بایگان مرقعہ داری دو سہ دیدم کہ بر سر خرمن گندم ایستادہ بودند ۔ و دامنہای مرقعہ پیش کردہ تا مرز بزرگر گندم دران افگند ۔ شیخ بدان التفات کرد و بر خواند : اولئک الذین اشتروالضلالة بالھدی فمارىحت تجارتھم وما کانوا مھتدین[1] ۔ گفتم : ایھا الشیخ ! ایشان بچہ بی حرمتی بدین بلا مبتلا گشتند و برسر خلایق فضیحت شدند ؟ فرمود : کہ پیران ایشانرا حرص مرید جمع کردن بودست و ایشانرا حرص دنیا جمع کردنست و حرص از حرصی اولتر نیست ۔"

(کشف ، تہران ، ۶۴)

۱ ۔ قرآن حکیم ، ۲ : ۱۵

(ایک دفعہ میں اپنے شیخ کے ہمراہ آذر بائیجان میں سفر کر رہا تھا کہ میں نے دو تین مرقعہ پہنے ہوئے آدمی دیکھے ، جو ایک خرمن گندم پر کھڑے مرقعہ کے دامن پھیلائے ہوئے تھے تاکہ کسان ان میں گندم ڈال دے ۔ شیخ نے انہیں دیکھا اور پڑھا : یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خرید لی پس ان کی تجارت کچھ نفع مند نہ ہوئی اور دراصل وہ ہدایت پانے والے نہ تھے ۔

میں نے پوچھا : اے شیخ ! یہ کس بے حرمتی کی وجہ سے اس بلا میں مبتلا اور سر عالم ذلیل ہوئے ؟ فرمایا : ان کے پیروں کو مرید جمع کرنے کی حرص تھی اور انہیں دنیا جمع کرنے کی ، اور کوئی بھی حرص دوسری حرص سے بہتر نہیں ہوتی ۔

بسطام ، خراسان ، کش :

”سہ ماہ برسر تربت وی (شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ) مجاور بودم ۔ ہر روز سہ غسل میکردم و سی طہارت ۔ مر امید کشف آن واقعہ را، البتہ حل نشد ۔ بر خاستم و مقصد خراسان کردم ۔ اندر ولایت کش بدیہی رسیدم کہ آنجا خانقاہی بود و جماعتی از متصوفہ ۔ و من مرقعۂ خشن داشتم بسنت ، و از آلت اہل رسم با من ہیچ نبود بجز عصا و رکوہ ۔ بچشم آن جماعت سخت حقیر نمودم ۔ و کس مرا ندانست ۔ ایشان بحکم رسم میگفتند با یکدیگر کہ این از ما نیست ۔ و راست چنان بود کہ از

ایشان نبودم ، اما لابد بود آن شب اندران جا بودن ۔ آن شب را بر بامی بنشاندند و خود بر بامی بلنتر رفتند ۔ و مرا بر زمینی خشک بنشاندند و نانی سبزگشته پیش من نهادند ۔ و بمن بوی اباہائیکہ می خوردند ، می رسید ۔ و ہا من بطنز سخنان می گفتند ۔ از بام بالا چون از طعام فارغ شدند ، خرپزہ می خوردند و پوست بر سر من می انداخت ، بر وجۂ طیبت حال خود ۔ و استخفاف ایشان بدل فرو می خوردم و میگفتم : بار خدایا ! اگر نہ آنستی کہ جامۂ دوستان تو دارند و الا من ازیشان نکشمی ۔ ہر چند کہ آن طعن ایشان بر من زیادت میشد ، دل من اندران خوشتر ہمیگشت تا بکشیدن آن بار واقعۂ من حل شد و اندر دقت بدانستم کہ مشایخ رحمہم اللہ جہال را از برای چہ اندر میان خود راہ دادہ اند، و بار ایشان از برای چہ میکشند ۔"

(کشف ، تہران ، ۸-۷۷)

بسطام ، خراسان ، کش :

(میں تین مہینے آن [شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ] کی تربت پر مجاور رہا ۔ ہر روز اس آمید پر تین مرتبہ غسل کرتا تھا اور تیس طہارتیں کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا ، مگر حل نہ ہوا ۔ میں آٹھ کھڑا ہوا اور خراسان جانے کی ٹھانی ۔ ولایت کش میں ایک گاؤں میں پہنچا جہاں ایک خانقاہ تھی اور متصوفہ کی ایک جماعت ۔ میں سنت کے مطابق کھردرا مرقعہ پہنے ہوئے

تھا اور عصا اور پانی کے چمڑے کے برتن کے علاوہ میرے پاس اہل رسم (صوفیا) کی کوئی چیز نہ تھی ۔ اس جماعت نے مجھے بے حد حقیر جانا ۔ اُس میں سے مجھے کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا ۔ اُنھوں نے رسمی طور پر ایک دوسرے سے کہا: کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے ۔ اور واقعی میں اُن میں سے نہیں تھا ۔ لیکن وہاں رات گزارنا ضروری تھا ۔ اُنھوں نے مجھے ایک چھت پر ٹھہرا دیا اور خود اُس سے اُوپر کی چھت پر چلے گئے ۔ اور اُنھوں نے مجھے خشک زمین پر بٹھا کر ایک سوکھی روٹی میرے سامنے رکھ دی جو سبز ہو چکی تھی ۔ میں اُن کے خوشبودار کھانوں کی سہک سونگھ رہا تھا ۔ وہ مجھ سے طنز سے باتیں کرتے تھے ۔ جب وہ اُوپر کی چھت پر کھانا کھا چکے تو خربوزے کھانے لگے ، تو اپنے حال پر خوش ہوکر چھلکے مجھ پر پھینکتے رہے ۔ میں ان کی تذلیل برداشت کرتا رہا اور کہتا رہا : اے خدا ! اگر انھوں نے تیرے دوستوں کا لباس نہ پہنا ہوتا تو میں انھیں برداشت نہ کرتا ۔ جتنا وہ میرا تمسخر اُڑاتے میں اُتنا ہی دل میں خوش ہوتا رہا ۔ یہاں تک کہ میں واقعہ کا جو بوجھ اُٹھائے پھرتا تھا وہ حل ہو گیا ۔ اور میں اُس وقت سمجھ گیا کہ مشایخ جاہلوں کو کس لیے اپنے یہاں جگہ دیتے ہیں ۔ اور ان کا بار کیوں برداشت کرتے ہیں) ۔

کمند

”و من کہ علی بن عثمان الجلابی ام ، مردی دیدم اندر نہایت دیار خراسان ، بدہی کہ آنرا کمند میخوانند ـ و معروف بود آن مرد ـ ویرا ادیب کمندی[1] خواندندی ـ فضلی تمام داشت ـ این مرد بیست سال بر پای ایستادہ بود ـ جز بتشہد نماز ننشستی ـ از وی علت آن پرسیدند ـ گفت : مرا ہنوز درجت آن نیست کہ اندر مشاہدت حق بنشینم“ ـ

(کشف ، تہران ، ۳۴۴)

(میں ، علی بن عثمان الجلابی ، نے ایک دفعہ خراسان کی سرحد پر ایک گاؤں کمند میں ایک آدمی دیکھا ـ جو بہت مشہور تھا ـ اسے ادیب کمندی کہتے تھے ـ وہ بڑا فاضل انسان تھا ـ یہ آدمی بیس سال سے پاؤں پر کھڑا تھا اور نماز میں تشہد کے سوا کبھی نہ بیٹھتا ـ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی ـ اس نے کہا : مجھے ابھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ مشاہدہ حق کے دوران بیٹھ جاؤں) ـ

نیشاپور

”روزی من نزدیک وی (شیخ ابو احمد المظفر بن احمد بن حمدانی) بودم ـ و یکی از مدعیان نیشاپور بنزدیک وی بود ـ

---

۱ ـ مزید معلومات کے لیے دیکھیے نفحات الانس جامی ، ۳۶۰

میگفت اندر عبارتش که فانی میشود آنگاه که باقی شود - خواجه مظفر گفت : که بر فنا چگونه بقا صورت گیرد ؟ که فنا عبارت از نیستی بود و بقا اشارت بهستی - و ہر یکی ازین نفی کنندۂ صاحب خود یعنی ضد خود بود - پس فنا معلومست ، اما چون نیست بود ، اگر ہست شود آن نه عین بود که آن خود چیزی دیگر بود - و روا نباشد که ذوات فانی شود ، اما فنای صفت روا بود و فنای سبب - پس چون صفت و سبب فانی شود موصوف و مسبب بماند - فنا بر ذات وی روا نباشد - و علی ابن عثمان الجلابی گوید که من عبارت آن خواجه بعین یاد نداشتم، اما من آن عبارت این بود که یاد کردم -

(کشف ، تہران ، ۳ : ۲)

(ایک دن میں آن [شیخ ابو احمد المظفر بن احمد حمدانی] کے پاس تھا اور نیشاپور کا ایک مدعی اپنی باتوں کے دوران کہہ رہا تھا کہ : جب کوئی چیز فانی ہو جاتی ہے تو بقا پا جاتی ہے - خواجہ مظفر نے کہا : فنا پر بقا کیسے متشکل ہو سکتی ہے ؟ فنا تو نیستی ہے اور بقا ہستی - دونوں ایک دوسرے کی ضد ، ہیں - فنا کو ہم جانتے ہیں - لیکن اگر یہ نہ ہو اور "ہست" ہو جائے تو پھر اس کا وجود باقی نہیں رہتا - اور وہ کوئی دوسری چیز بن جاتی ہے - ذوات فنا ہونے والی چیز نہیں ہیں - البتہ صفات فنا ہو سکتی ہیں ، اور اسباب بھی -

لہذا جب صفت اور سبب فنا بھی ہو جائے، تو موصوف اور سبب باقی رہتا ہے - اور ذات فنا نہیں ہوتی) -

سرخس

''از خواجہ امام خزائنی شنیدم بسرخس کہ گفت : کودک بودم بمحلدای رفتہ بودم ، از محلہای باغستان بطلب برگ تود ، از برای سایہ ی قز - و بر درختی شدم گرم گاہ و شاخ آن درخت میزدم - ابو الفضل حسن[1] بدان کوی بر گزشت و سن بر درخت بودم مرا ندید - ہیچ شک نکردم کہ او از خود غایب است و بدل با حق حاضر - بر حکم انبساط سر بر آورد و گفت : بار خدایا ! یک سال بیشترست تا مرادانگی نداده ای کہ سوی سر جلق کنم با دوستان چنین کنی ؟ ہم اندر حال ہمہ اوراق و اصول درختان زرگشتہ بود - آنگاہ گفت : عجب کاری ہمہ تعرض ما اعتراضت - مر گشایش دل را با تو سختی نتوان گفت" -

(کشف ، تہران ، ۲۸۷)

سرخس

(میں نے خواجہ امام خزائنی سے سرخس میں سنا : میں بچپن میں باغستان کے مقامات میں سے ایک جگہ ریشم کے کیڑوں

---

۱ - شیخ ابو الفضل محمد بن الحسن السرخسی رحمۃ اللہ تعالی ابو نصر سراج کے مرید اور شیخ ابو سعید ابو الخیر کے مرشد تھے - سرخس میں ہی مدفون ہیں (نفحات الانس جامی ، ۳۲۰)

کے لیے توت کے پتے لینے گیا ۔ دوپہر کو میں ایک درخت پر چڑھا اور اُس کی شاخ ہلانے لگا ۔ ابو الفضل حسن اُس جگہ سے گزرے ، جب کہ میں درخت پر تھا ۔ اُنھوں نے مجھے نہ دیکھا ۔ مجھے شک بھی نہ گزرا کہ وہ اپنے آپ میں نہیں اور قلباً حضور حق میں حاضر ہیں ۔ (دفعۃ) اُنھوں نے انبساط میں سر اُٹھایا اور کہا : اے خدا ! ایک سال سے زائد عرصہ گزرتا ہے کہ تو نے مجھے ایک دانگ (چاندی کا چھوٹا سا سکہ) بھی عنایت نہیں کی کہ میں سر کے بال ترشوا لوں ۔ کیا دوستوں سے یہی سلوک کرتے ہو ؟ اُن کا کہنا تھا کہ اُسی وقت درختوں کے تمام پتے اور جڑیں سونے کی ہوگئیں ۔ اُس وقت اُنھوں نے فرمایا : عجب ! ہمارا کچھ عرض کرنا بھی اعتراض بن جاتا ہے ۔ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے تم سے کوئی بات بھی تو سختی سے نہیں کی جا سکتی) ۔

طوس

”وقتی مرا واقعہ ای افتاد و طریق حل آن بر من دشوار شد ، قصد شیخ ابوالقاسم گرگانی کردم ۔ و وی بطوس بود ۔ ویرا اندر مسجد در سرای خود یافتم تنہا ۔ و بعین آن واقعۂ من بود کہ با ستون می گفت ۔ گفتمش : این با کہ میگوئی ؟ گفت: ای پسر ! این استون را خدای عز و جل الدرین ساعت با من بسخن آورد ، تا از من سوال بکرد“ ۔

(کشف ، تہران ، ۱ ۔۳۰۰-۳۰)

(ایک دفعہ مجھے ایسا واقعہ [مشکل] پیش آیا جس کا حل کرنا میرے لیے دشوار تھا ۔ میں نے شیخ ابو القاسم گرگانی کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ۔ اور وہ طوس میں تھے ۔ جب میں اُن سے ملا ، وہ اپنے گھر کی مسجد میں تنہا تھے اور بالکل میرے جیسا واقعہ تھا ، جو وہ ایک ستون سے کہہ رہے تھے ۔ میں نے ان سے کہا : یہ کس سے کہہ رہے ہیں ؟ فرمایا : بیٹے ! اس گھڑی خدائے عز و جل نے اس ستون کو مجھ سے بات کرنے کو کہا ہے اور اس نے مجھ سے سوال کیا ہے) ۔

ہندوستان

"اندر ہندوستان دیدم کہ اندر زہر قاتل کرمی پدید آمدہ بود و زندگی وی بدان زہر بود ، از انچ کلیت وی ہمۂ آن بود" ۔ (کشف ، تہران ، ۵۳۱)

ہندوستان

(میں نے ہندوستان میں زہر قاتل میں ایک کیڑا دیکھا ، جس کی زندگی اُس زہر کی وجہ سے تھی ، کیونکہ اُس کا سارا وجود ہی اُس زہر کے باعث تھا) ۔

شام

" ومن کہ علی بن الجلابی ام ، وفقنی اللہ ، بشام بودم بر سر خاک بلال موذن رسول عم خفتہ ۔ خود را بمکہ دیدم اندر خواب کہ پیغمبر صلعم از باب بنی شیبہ اندر آمدی و پیری را اندر

کنار گرفته ، چنانک اطفال را گیرند بشفقت ۔ من پیش دویدم و بر دست و پایش بوسه دادم ۔ و اندر تعجب آن بودم تا آن کیست و آن حالت چیست ۔ وی بحکم اعجاز بر باطن و اندیشۂ من مشرف شد ۔ مرا گفت : این امام تو و اہل دیار تو یعنی ابو حنیفہ'' ۔ (کشف ، تہران ، ۱۱۶)

شام

(میں ، علی بن عثمان الجلابی ، شام میں موذن رسول عم بلال کے مزار پر سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں پیغمبر صلعم کو مکہ میں دیکھا کہ باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں اور ایک بوڑھے آدمی کو بچوں کی طرح گود میں اٹھائے ہوئے ہیں ۔ میں دوڑ کر آگے بڑھا اور اس [بزرگ] کے ہاتھ پاؤں کو بوسے دیے ۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہیں ۔ اور یہ کیا صورت حالات ہے ۔ [رسول کریم کے] اعجاز سے میرے باطن اور ذہن پر منکشف ہوا اور [آپ نے] فرمایا : یہ تمھارا اور تمھارے ہم وطنوں کا امام یعنی ابو حنیفہ ہے) ۔

قصبۂ بیت الجن (جو پہاڑ کی چوٹی پر بانیار (بانیان رود) اور دمشق کے درمیان واقع ہے) کا ذکر پہلے آ چکا ہے (دیکھیے ص ۲۳)

رملہ

''من از دمشق با درویشی قصد زیارت ابن المعلا کردم و وی

بروستای رسله می بود ۔ اندر راه با یک دیگر گفتیم کہ ہر یکی را با خویشتن واقعہ ای کہ داریم اندیشہ باید کرد ، تا آن پیر از باطن ما را خبر دہد و واقعہ ی ما حل شود ۔ با خود گفتم و مرا از وی اشعار و مناجات حسین من منصور باید ۔ آن دیگری گفت مرا دعا می باید تا طحالم بشود ۔ و آن دیگر گفت : مرا حلوای صابونی باید ۔ چون بنزدیک وی رسیدیم فرموده بود تا جزوی نبشتہ بودند از مناجات حسین منصور ۔ پیش من نہاد ۔ و دست بر شکم آن درویش مالید طحال از وی بشد ۔ و آن دیگری را گفت : حلوای صابونی غذای عوانان بود و تو لباس اولیای خدای داری ۔ لباس اولیا با مطالبت عوانان راست نیاید ۔ از دو یکی اختیار کن" ۔

(کشف ، تہران ، ۸-۳۴۷)

رملہ

(میں دمشق سے ایک درویش کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کے لیے روانہ ہوا ۔ اور وہ (بزرگ) رملہ کے قصبہ میں تھے ۔ راستے میں ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم سے ہر ایک ایک مسئلہ سوچ لے تا کہ پیر ہمارے باطن کی بات ہم سے کہے اور ہمارا مسئلہ حل ہو جائے ۔ میں نے اپنے آپ سے کہا : مجھے اشعار و مناجات حسین بن منصور چاہیے ۔ دوسرے نے کہا : مجھے ایسی دعا کی ضرورت ہے جس سے میری تلی (طحال) دور ہو جائے ۔ تیسرے نے حلوائے صابونی کی خواہش کی ۔

جب ہم اُس (بزرگ) کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے تھوڑی سی
مناجات حسین منصور لکھ رکھی تھی اور وہ میرے سامنے رکھ
دی ۔ دوسرے درویش کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور اُس کی ٹلی
درست ہو گئی ۔ تیسرے سے کہا : صابونی حلوا عوانوں
(پاسبانوں) کی غذا ہے اور تم اولیائے خدا کا لباس پہنے ہوئے
ہو ۔ اولیا کا لباس عوانوں کے مطالبہ کرنے والوں کو زیب
نہیں دیتا ۔ دونوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو) ۔

بغداد ، خوزستان ، فارس ، خراسان

''من کہ علی بن عثمان الجلابی ام پنجاہ پارۂ تصنیف وی
(حسین منصور حلاج) بدیدم اندر بغداد و نواحی آن و بعضی
بخوزستان و فارس و خراسان'' ۔ (کشف ، تہران ، ۲۹۳)

بغداد ، خوزستان ، فارس ، خراسان

(میں یعنی علی بن عثمان الجلابی نے بغداد اور اُس کے نواح میں
اُس (حسین منصور حلاج) کی پچاس عدد تصانیف دیکھیں اور
چند خوزستان ، فارس اور خراسان میں) ۔

فرغانہ ، شلاتک ، اوزکند

''بفرغانہ دہی است کہ آنرا شلاتک خوانند ۔ پیری بود از
اوتاد الارض آنجا کہ او را باب عم گفتندی و ہمہ درویشان
آن دیار و مشایخ بزرگ ورا باب خوانند ۔ و مر ورا عجوزہ ای

بود ، فاطمہ نام ۔ قصد زیارت وی کردم از اوزکند ۔ چون بنزدیک وی در آمدم ، گفت : بچہ آمدی ؟ گفتم : تا شیخ را بہ بینم بصورت و وی بمن نظری کند بشفقت ۔ گفت : ای پسر! من خود از فلان روز باز ترا بینم و تا از منت غایب نگردانند میخواہمت دید ۔ چون روز و سال شمار کردم ، آن روز ابتدای توبہ من بود" ۔

(کشف ، تہران ، ۲۰۱)

فرغانہ ، شلاتک ، اوزکند

(فرغانہ کے ایک گاؤں شلاتک میں ایک اوتادالارض بزرگ رہتے تھے ، جنہیں باب غم کہا جاتا تھا ۔ اور اُس علاقے کے تمام درویش اور بڑے بڑے مشائخ اُنھیں باب پکارتے تھے ۔ اُن کی ایک بوڑھی بیوی بھی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا ۔ میں نے اوزکند میں اُن کی زیارت کرنے کا ارادہ کیا ۔ جب میں اُن کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے پوچھا : کیا کرنے آئے ہو ؟ میں نے کہا : شیخ کی زیارت کرنے تاکہ وہ مجھ پر شفقت کی نظر کریں ۔ فرمایا : بیٹا ! ہم فلاں دن سے تمھیں دیکھ رہے ہیں گے ۔ جب میں نے روز و سال کا شمار کیا تو وہ دن میری ابتدائے توبہ کا دن تھا) ۔

میہنہ

"وقتی بمیہنہ بر سر تربت شیخ ابو سعید نشستہ بودم تنہا

بر حکم عادت ، کبوتری دیدم سپید کہ بیامد و در زیر فوطہ شد ، کہ بر تربت وی انداختہ بودند ۔ گفتم مگر از کسی جستست و چون برخاستم نگاہ کردم در زیر فوطہ ہیچ چیز نبود۔ دیگر روز و سدیگر روز بدیدم و اندر تعجب آن فرو ماندم ۔ تا شبی در خواب دیدم آن واقعہ از وی پرسیدم ۔ گفت : آن کبوتر صفایی معاملت منست کہ ہر روز اندر گور بمنادمت من آید" ۔ (کشف ، تہران ، ۲-۱۰۳)

میہنہ

(ایک دفعہ میہنہ میں جب میں اپنے معمول کے مطابق تنہا شیخ ابو سعید کی تربت پر بیٹھا ہوا تھا ، میں نے ایک سفید کبوتر دیکھا جو آ کر اس غلاف میں گھس گیا ، جو ان کی تربت پر پڑا ہوا تھا ۔ میں نے سوچا شاید کسی کا اڑ کر آ گیا ہے ۔ میں نے اٹھ کر دیکھا بھالا تو غلاف کے نیچے کچھ بھی نہ تھا ۔ دوسرے روز اور پھر تیسرے روز بھی میں نے دیکھا اور حیران تھا ۔ پھر ایک رات میں نے انھیں خواب میں دیکھا اور واقعہ کی وضاحت چاہی ۔ فرمایا : یہ کبوتر میری صفایی معاملہ ہے جو ہر روز قبر میں میری مصاحبت کے لیے آتی ہے)۔

مرو

"وقتی من بمرو بودم ، یکی از ایمۂ اہل حدیث ، آنک معروف ترین بود ، مرا گفت : من اندر اباحت سماع کتابی کردم ۔

گفتم : بزرگ مصیبتی کہ اندر دین پدیدار آمد ، کہ خواجہ امام، لہوی را ، کہ اصل ہمہ فسقہاست ، حلال کرد - مرا گفت : تو اگر حلال نمیداری ، چرا میکنی ؟ گفتم : حکم این بر وجوہست ، بر یک چیز قطع نتوان کرد - اگر تاثیر اندر دل حلال بود ، سماع حلال بود ، و اگر حرام حرام و اگر مباح مباح - چیزی را کہ حکم ظاہرش فسقست و اندر باطن حالش بر وجوہست ، اطلاق آن بیک چیز محال بود - واللہ اعلم بالصواب"۔
(کشف ، تہران ، ۵۲۴)

مرو

(میں مرو میں تھا کہ ایمہ اہل حدیث میں سے ایک معروف ترین بزرگ نے مجھ سے کہا : میں نے سماع کے مباح ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے - میں نے کہا : دین پر ایک بڑی مصیبت اس وجہ سے آئی کہ خواجہ امام نے ایک ایسی تفریح کو حلال کر دیا جو تمام فسقوں کی جڑ ہے - اس نے مجھ سے کہا : تو اگر اسے حلال نہیں سمجھتا تو خود کیوں کرتا ہے ؟ میں نے کہا : اس کے کئی وجوہ ہیں اور کسی ایک وجہ سے اس کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا - اگر دل میں سماع کی تاثیر حلال ہو تو حلال ہے، اگر حرام ہو تو حرام اور اگر مباح ہو تو مباح - وہ چیز جس کا ظاہری اثر فسق ہو اور باطن میں مختلف اثر ہو اس کے متعلق کسی ایک وجہ سے حکم لگانا محال ہے - واللہ اعلم بالصواب)۔

عراق

''وقتی من اندر دیار عراق اندر طلب دنیا و فنای آن تپاکی میکردم ، و وام بسیار برآمده بود ۔ و حشو ہر کسی ببایستی تحمل کرد ، روی بمن آورده بودند ۔ و من اندر رنج حصول ہوای ایشان مانده ، سیدی از سادات وقت بمن نامه نبشت : نگر ای پسر تا دل خویش از خدای عز و جل مشغول نکنی ، بفراغت دلی که مشغول هواست ۔ پس اگر دلی یابی عزیز تر از دل خود روا باشد که بفراغت آن دل خود را مشغول گردانی۔ و الا دست ازان کار بدار که بندگان خدای را عز و جل پسنده باشد ۔ اندر وقت مرا بدین سخن فراغتی پدیدار آمد" ۔

(کشف ، تہران ، ۴۴۹)

عراق

(ایک دفعہ جب میں دیار عراق میں بڑی گرمجوشی سے دولت جمع کرنے اور اسے آڑانے میں مصروف تھا ۔ مجھ پر بہت قرض چڑھ گیا ۔ اور جس کسی کا بوجھ میں آٹھا سکتا وہ میری طرف رخ کرتا ۔ میں آن کی خواہشات پورا کرنے میں لگا رہتا ۔ سادات وقت میں سے ایک سید نے مجھے خط لکھا : بیٹے ! دیکھ مشغول حرص دل کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے دل کو خدای عز و جل سے ہٹا نہ لے ۔ اگر اپنے دل سے عزیز تر دل تمہیں نظر آئے تو آس کی فراغت کے لیے اپنے دل کو مشغول کرنا

روا ہے وگرنہ اس کام کو نہیں کرنا چاہیے ، کیونکہ بندگان خدا کو خدائے عز و جل بس ہے ۔ اس بات سے مجھے فوراً اطمینان حاصل ہو گیا) ۔

بخارا

"دیدم شیخ احمد سمرقندی ببخارا کہ چہل سال بود تا شب نخفتہ بود و بروز اندک بخفتی"۔ (کشف ، تہران ، ۳۶۰)

بخارا

(میں نے شیخ احمد سمرقندی کو بخارا میں دیکھا کہ چالیس سال سے رات کو نہ سوئے تھے اور دن کو بھی تھوڑا سا سو لیتے تھے) ۔

ترکستان

"اندر ترکستان دیدم بسرحد اسلام کہ آتش اندر کوہی[1] افتادہ بود و می سوخت ۔ و از سنگہای آن نوشادر برون می جوشید۔ و اندران موشی بود ، چون از آتش بیرون آمدی ہلاک شدی"۔ (کشف ، تہران ، ۲-۳۱)

ترکستان

(میں نے سرحد اسلام پر ترکستان میں ایک جلتا ہوا آتش‌فشاں

---

۱ - یہ سمرقند کے مشرق میں واقع جبل البتم کا ذکر ہے ۔ ملاحظہ ہو :

G. Le Strange, *The Lands of the Eastern Caliphate*, 467.

پہاڑ دیکھا ، جس کے پتھروں سے نوشادر اُبل رہا تھا ۔ اس کے اندر ایک چوہیا بھی تھی ۔ جونہی وہ آگ سے باہر نکلی وہ مر گئی) ۔

٦ - لاہور میں آمد

لاہور میں آپ کی تشریف آوری اور اقامت کا زمانہ معین کرنے میں ابھی تک کئی دشواریاں حائل ہیں ۔ کیونکہ کسی معاصر شہادت سے ایسی مصدقہ معلومات فراہم نہیں ہوتیں جن سے حتمی طور پر ان امور کے متعلق قطعی حکم لگایا جا سکے ۔ غزنی سے لاہور آ کر رہنے کا ذکر کشف میں اس انداز میں صرف ایک دفعہ ملتا ہے :

"و شیخ مرا ، از وی روایات بسیار بود ، اما درین وقت بیش ازین ممکن نگشت ، کہ کتب بحضرت غزنین ، حرسها اللہ، ماندہ بود و من اندر دیار ہند ، در بلدۂ لہانور ، کہ از مضافات ملتان ست ، اندر میان ناجنسان گرفتار ماندہ" ۔

(کشف ، تہران ، ۱۱۰)

(اور میرے شیخ کے متعلق بہت سی روایات ہیں ، لیکن اس وقت اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں ، کیونکہ میری کتابیں غزنین (اللہ اس کی حفاظت کرے) میں رہ گئی تھیں ، اور میں دیار ہند میں شہر لاہور میں کہ مضافات ملتان میں سے ہے ، نا جنسوں کے درمیان محبوس ہوں) ۔

فارسی کے متن میں لہانور کو متعدد علماء نے بہنور ، لہارنپور، بھرنپور اور بہاولپور بھی پڑھا ہے ، اور ملتان سے قربت کی وجہ سے بہاولپور[1] کی قرأت کو صحیح مانا ہے ، لیکن فقیر کی رائے یہ ہے کہ یہ قیاس دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے ۔ لاہور کے لیے لہانور کا کلمہ پرانی کتابوں[2] میں مل رہا ہے اور یہاں سید علی کی مراد اس لفظ سے لاہور ہی ہے ۔

سید علیؒ سے ہٹ کر ان کے لاہور آنے کی جو قدیم ترین روایت ہم تک پہنچی ہے وہ امالی سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کا حصہ ہے ۔ یہ روایت حضرت سلطان المشائخ کے ایک مرید عزیز میر حسن علاء سنجریؒ نے آپ کے ملفوظات فوائد الفواد میں یوں نقل کی ہے :

”لختی سخن در مزار لہاور افتاد ۔ بر لفظ مبارک راند کہ بسیار بزرگان آنجا خفتہ اند ۔ بعد ازان بندہ را پرسید : کہ تو لہاور دیدہ ای ؟ بندہ گفت : آری ! دیدہ ام و زیارت بعضی بزرگان کردہ ام ، چون شیخ حسین زنجانی و اولیای دیگر ۔

بعد ازان بر لفظ مبارک راند ، کہ شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری ہر دو مرید یک پیر بودند و آن پیر قطب عہد بودہ است ۔ حسین زنجانی دیر باز ساکن لہاور بود ۔ بعد از چندگاہ

۱ - Dugin, L. S., *Kashf-al-Mahjub* in Siddiqi's Compilation, p. 103.

۲ - دیکھیے : Baqir, M., *Lahore — Past and Present*, p. 13

پیر ایشان خواجہ علی ہجویری را گفت ، کہ در لہاور ساکن شو - علی ہجویری عرضداشت کرد کہ : کہ شیخ حسین زنجانی آنجا ہست - فرمود : کہ تو برو ، چون علی ہجویری بحکم اشارت در لہاور آمد ، شب بود - بامداد آن جنازہ شیخ حسین را بیرون آوردند'' - ۲

(کچھ بات مزار لاہور کے متعلق چلی - آپ نے فرمایا ، وہاں بہت سے بزرگ مدفون ہیں - بعد ازاں بندہ سے پوچھا ، تم نے لاہور دیکھا ہے ؟ بندہ نے جواب دیا - جی ! میں نے دیکھا ہے اور بعض بزرگوں کی زیارت بھی کی ہے جیسے شیخ حسین زنجانیؒ اور دیگر اولیا - بعد ازاں آپ نے فرمایا ، شیخ حسین زنجانیؒ اور شیخ علی ہجویری دونوں ایک پیر کے مرید تھے - وہ پیر قطب عہد تھے - حسین زنجانی کچھ عرصے سے لاہور رہتے تھے - کچھ دیر کے بعد ان کے پیر نے خواجہ علی ہجویری سے فرمایا ، تم لاہور جا کر رہو - علی ہجویری نے عرض کیا ، وہاں شیخ حسین زنجانی ہیں - فرمایا ، تم جاؤ - جب علی ہجویری اس حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو رات ہو چکی تھی - اگلی صبح شیخ حسین کا جنازہ باہر لے آئے -

یہ روایت یک شنبہ ۲۹ ذوالقعدہ ۷۰۸ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۳۰۹ء کی ہے اور اس اعتبار سے تو بہت اہم ہے کہ حضرت سلطان

---

۱ - **فوائد الفواد** امیر حسن علاء سجزی ، ۳۵

المشائخ نظام الدین اولیاء سے منسوب کر کے بیان کی گئی ہے ، لیکن اس اعتبار سے محل نظر ہے کہ واقعات اس کی تردید کرتے ہیں ۔ قیاس کہتا ہے کہ یا تو سلطان المشائخ کے فرمودات صحیح طورپر معرض تحریر میں نہیں لائے گئے اور یا یہ کہ فوائد الفواد کے اصل نسخے کو نقل کرنے والوں نے ہم تک صحیح عبارت نہیں پہنچائی ، اور اب بعد زماں کے باعث دونوں چیزوں کو پرکھنے کا کوئی وسیلہ نہیں رہا ۔

قابل غور باتیں یہ ہیں کہ اول تو سید علی ہجویری کشف میں کسی ایسے پیر بھائی کا ذکر نہیں فرماتے جن کا اسم گرامی حسین زنجانی ہو ۔ (اور نہ یہ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی نے انہیں لاہور جانے کے لیے فرمایا تھا) دوسرے شاہ حسین زنجانی کی تاریخ وفات ۶۰۰ھ یا ۶۰۴ھ بتائی جاتی ہے ۔ جو سید علی[۲] کی تاریخ وفات سے کم از کم سو سال بعد کی ہے ۔ ان حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ نہ تو حسین زنجانی اور داتا صاحب معاصر تھے اور نہ شاہ حسین زنجانی کی وفات کے وقت داتا صاحب لاہور میں موجود تھے ۔ پھر دارا شکوہ نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ شیخ حسین زنجانی خواجہ معین الدین چشتی کے معاصر تھے ، اور دونوں

---

۲ ۔ تحقیقات چشتی، نور احمد چشتی ، ۲۱۵ ، تاریخ لاہور کنہیالعل، خزینۃ الاصفیاء (۶۰۰ھ) مفتی غلام سرور لاہوری ، ۲۵۰ : ۲

کی لاہور میں ملاقات بھی ہوئی ۔[1] اگر یہ واقعی ۴۰۰ھ/۱۰۲۳ء میں فوت ہوئے تو سید علیؒ سے بہت بعد کے بزرگ ہیں ۔

الغرض دستیاب ہونے والی اسناد و شواہد سے یقینی طور پر پتہ نہیں چلتا کہ وہ غزنی سے پہلی دفعہ لاہور کب پہنچے ۔

مفتی علی‌الدین لاہوری نے عبرت نامہ میں لکھا ہے ۔

"حضرت مخدوم گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز ، کہ مرقد گاہ ایشان در گوشۂ غربی جنوبی قلعۂ **لاہور** واقع است ، برای استمداد بادشاہ مذکور [**سلطان محمود**] از درگاہ یزدانی مامور بودند ، درین وقت بہمراہی سلطان موصوف تسخیر ملک پنجاب و دیگر بلاد ہندوستان را از یمن برکات ایشان تصور می نمود" ۔[2]

اس بیان کے مطابق داتا صاحب محمود کے ہمراہ لاہور پہنچے ، اور ان کی دعا سے ایسے فتوحات ہند حاصل ہوئیں ۔ سلطان محمود تو ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء میں فوت ہوگیا تھا ، داتا صاحب کی عمر اس وقت کیا ہوگی کہ وہ سلطان کے ساتھ سفر کر رہے تھے ۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ لاہور میں ان کی اقامت کا زمانہ کیا تھا ؟ اس سلسلے میں بھی صاحب کشف نے خود کوئی بیان نہیں

---

۱ ۔ سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ ، ۹۳

۲ ۔ عبرت نامہ (جلد اول) مفتی علی الدین لاہوری ، ص ۱۲۷

دیا ، لیکن کشف کی داخلی شہادتوں سے ہم ان واقعات کا اندازہ کر سکتے ہیں جب سید علی[7] لاہور میں تھے۔ مثلاً فصل ''فقر و غنا'' میں آپ نے شیخ ابو سعید ابوالخیر کو یوں مرحوم لکھا ہے :

''یحیی معاذ الرازی . . . و . . . ابو سعید فضل اللہ بن محمد المیہنی رحم اللہ جملہ برانند کہ غنا فاضل تر است از فقر'' ۔ (کشف ، سمرقند ، ۲۰۶)

اب شیخ ابو سعید کی وفات متفقہ طور پر ۴ شعبان[1] ۴۴۰ھ کو ہوئی ہے اور کشف لاہور میں لکھی گئی ہے (بحث آگے آئے گی) ۔ اس لیے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت داتا صاحب ۴۴۰ھ کے ارد گرد لاہور میں موجود تھے ۔

پھر ابو القاسم گرگانی کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

''شیخ ابوالقاسم گرگانی کہ امروز قطب و مدار علیہ ویست البقاء اللہ تعالیٰ'' ۔ (کشف ، ۲۵۴)

یہ بزرگ ۴۵۰ھ میں فوت ہوئے ۔ ظاہر ہے کہ داتا صاحب کا بیان ان کی زندگی سے متعلق ہے ۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ۴۵۰ھ سے پہلے یہ لاہور میں موجود تھے ۔

لیکن پھر اپنے استاد اور مرشد ابو الفضل محمد بن حسن ختلی

---

۱ ۔ نفحات الانس جامی ، ۳۰۴

کے ذکر میں یہ بیان کیا ہے کہ میں دمشق میں بیت الجن کے گاؤں میں ان کی وفات کے وقت موجود تھا جو ۴۶۰ھ میں ہوئی ۔

" و آن روز کہ ویرا وفات آمد بہ بیت الجن بود ۔ ۔ ۔ سر بر کنار من داشت ۔ ۔ ۔ و جان بداد " ۔ (کشف ، سمرقند ۲۰۹)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۴۶۰ھ تک آپ لاہور سے سفر کر کے بیت الجن میں یعنی دمشق کے قریب پہنچ چکے تھے ۔ جہاں آپ مرشد کی وفات کے وقت موجود تھے ۔

ان چند واقعات سے اس امر کی نشاندھی ہوتی ہے کہ سید ہجویر لاہور آتے جاتے تھے ۔ چونکہ ان کا اپنا کوئی بیان یا معاصر شہادت اس امر کی موجود نہیں کہ وہ معین طور پر لاہور کب پہنچے اور پھر کن مدتوں کے لیے لاھور سے باھر رہے اس لیے صرف یہ قیاس ھی کیا جا سکتا ہے کہ ۴۴۰ھ کے ارد گرد اور وفات تک وہ لاہور کو مشرف فرماتے رہے ۔ معین تاریخ بتانا ممکن نہیں ۔

۷ ۔ تاھل

کشف میں سید علیؒ کے تاھل کے احوال و کوائف کے متعلق صرف ایک ہی مختصر سا اندراج ملتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی داخلی یا خارجی شہادت کہیں سے دستیاب نہیں ہوئی ۔ کشف میں درج ہے :

"مرا کہ علی بن عثمان الجلابی ام از پس آنکہ یازده[1] سال از آفت تزویج نگاه داشتہ بود ، تقدیر کرد ، تا بفتنہ در افتادم و ظاہر و باطنم اسیر (پری)[2] صفتی شد ، کہ با من کردند ، بی ازانک رؤیت بوده بود ۔ و یک سال مستغرق آن بودم ۔ چنانکہ نزدیک بود کہ دین بر من تباه شدی ۔ تا حق تعالیٰ بکمال فضل و تمام لطف خود (عصمت[3] را) باستقبال دل بیچارهٔ من فرستاد ۔ و برحمت خلاصی ارزان داشت ، والحمد للہ علی جزیل نعمائہ" ۔ (کشف ، تہران ، ۴۷۶)

میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں ، مجھے (حق تعالیٰ نے)گیارہ سال تک شادی کی آفت سے محفوظ رکھا ، لیکن اس فتنے میں مبتلا ہونا مقدر میں لکھا تھا اور میرا ظاہر و باطن ایک پری صفت کو دیکھے بغیر اس کی صفات سن کر اسیر ہوگیا ، اور میں ایک سال تک اس میں مستغرق رہا ۔ نزدیک تھا کہ دین مجھ پر تباہ ہو جائے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمال فضل اور تمام لطف سے میرے دل بیچاره کو عصمت سے نوازا اور رحمت سے خلاصی عطا فرمائی) ۔

---

۱ - پانزده ، حاشیۂ متن و نسخۂ علی قویم ، ۳۱۸

۲ - کشف ، نسخۂ سلیانوف ، ۴۲۷ ۔ "عصمت خود را" ، نسخۂ علی قویم ، ۳۱۸

یہ بیان نہایت قلیل جزوی تصرفات کے ساتھ تمام نسخوں میں ملتا ہے اور اس کی مختلف تعبیریں کی گئی ہیں ۔ کیونکہ یہ بیان اپنے طور پر بیحد مبہم ہے ۔ مثلاً یہ پتہ نہیں چلتا کہ "شادی کی آفت" سے عمر کے کون سے گیارہ سال محفوظ رہے ؟ سنین بلوغت سے یا کسی اور وقت ۔ بعض سوانح نگاروں نے اس بیان سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ سید علی نے شادی کی تھی ، لیکن بعد میں متاہل زندگی سے آزاد ہوگئے تھے ۔ جب گیارہ سال بعد محولہ بالا واقعہ پیش آیا ، لیکن اس اندازے میں یہ جھول ہے کہ سید صاحب یہ نہیں بتاتے کہ وہ کسی وقت پابند تزویج بھی ہوئے تھے۔ پھر "ایک نادیدہ پری صفت" کے ساتھ بھی اس بیان سے معاملات تزویج کی توضیح نہیں ہوتی ۔ لہٰذا اس بیان سے کوئی حتمی اور واضح نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک مزید کوئی اطلاع دستیاب نہیں ہوتی اس وقت تک دونوں نتائج اخذ کرنا درست ہوگا ۔ (الف) یہ کہ سید صاحب نے ایک دفعہ شادی کی ۔ پھر اس سے آزاد ہوگئے ، اور پھر گیارہ سال کے بعد ایک دفعہ پھر شادی کی اور ایک سال کے بعد اس سے بھی آزاد ہوگئے ۔ (ب) یہ کہ آپ بلوغت کو پہنچنے کے بعد گیارہ یا پندرہ سال تک ازدواجی پابندیوں سے آزاد رہے اور پھر ایک سال تک ایک نادیدہ پری صفت کے اسیر رہے ۔ تزویج کے پابند ہوئے یا نہ ہوئے اس کا سراغ نہیں ملتا ، اور پھر ان جذباتی یا ذہنی علائق سے بھی رہائی پا گئے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

۸ ـ اولاد

آپ اپنے آپ کو ابوالحسن (حسن کا باپ) کی کنیت سے یاد کرتے ہیں ، لیکن اس امر کی توضیح کہیں سے نہیں ہوتی کہ آپ صاحب اولاد بھی تھے یا نہیں ـ تاریخ اور سوانح نگار اس کے متعلق خاموش ہیں ـ اولاد کے بغیر بھی کنیت اختیار کرنے کا رواج مسلمانوں میں رہا ہے اور موجود ہے ـ

۹ رائے راجو ؟

تحقیقات چشتی (ص ۱۹۳) میں درج ہے :

"جب حضرت یہاں تشریف لائے تو اس وقت یہاں ایک شخص رائے راجو نایب حاکم پنجاب حضرت کا مرید ہو کر مسلمان ہوا ، اور نام اس کا شیخ ہندی رکھا گیا ـ اس کی اولادتاحال خادم و مجاور ہے" ـ

فوق لکھتے ہیں :

"سب سے پہلے جو شخص مسلمان ہوا ، وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا ـ سلطان مودود والئے کابل و غزنی کی طرف سےولائت پنجاب کا نایب حاکم تھا ـ تحقیقات چشتی اور دیگر کتب میں اس کا نام رائے راجو لکھا ہے"[۱] ـ شہاب الدولہ سلطان مودود غزنوی کا عہد حکومت ۴۳۲ھ/۴۴۱ھ ، ۱۰۴۲ء-۱۰۴۹ء پر ممتد ہے[۲]۔

---

۱ ـ محمد الدین فوق ، داتا گنج بخش کی مفصل سوانح عمری ، ۹۴ـ

۲ ـ Baqir, Muhammad, *Lahore, Past and Present*, 434.

کسی معاصر تاریخ میں رائے راجو کا حوالہ اس دور میں نہیں ملتا ۔ نہ اس واقعہ کا ۔

اپنے بیان کے مطابق رائے راجو کے مستقیم اخلاف میں سے ایک صاحبزادہ شیخ محمد سلیم حماد صاحب نے مرتب کی درخواست پر رائے راجو (شیخ ہندی) کے خاندان کا شجرۂ نسب ارسال فرمایا ہے جو انھوں نے ۲ فروری ۱۹۷۹ء کو شائع کیا ہے ۔ اس شجرے کے ساتھ انھوں نے مرقد سید علی اور دیگر مزارات کا ایک نقشہ (خاکہ) بھی چھاپا ہے جس میں شیخ ہندی کی قبر احاطہ مرقد سے باہر مشرق کی جانب دکھائی ہے اور یہ لکھا ہے کہ "حضرت شیخ ہندی رحمۃ اللہ علیہ جد اعالی سجادہ نشینان حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ اور ان کے بعد تقریباً نو صدیوں سے خاندان سجادہ نشینان کا قبرستان احاطۂ درگاہ کے اندرون و بیرون تھا ۔ اب ۱۹۶۰ء کے بعد قبرستان درگاہ کے نزدیک دربار روڈ پر مسجد و جامع گنج بخش کے ساتھ جنوبی طرف واقع ہے[1]" ۔ راقم نے درخواست کی تھی کہ اس شجرے اور قبروں میں مدفون شخصیتوں کے متعلق شواہد سے سرفراز فرمایا جائے۔ تاحال جواب کا انتظار رہے ۔

۱۰ ۔ لاہوری مسجد کی تعمیر

دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء (ص ۱۹۴) میں ایک بیان دیا ہے :

---

۱ ۔ شجرۂ نسب سجادہ نشینان صاحبزادہ شیخ محمد سلیم حماد ۔

"مسجدی کہ خود ساختہ بودند ، محراب آن نسبت بمساجد دیگر مائل بہ سمت جنوبست ۔ گویند علمای آن وقت بہ شیخ درین باب اعتراض کردند ۔ روزی ہمہ را جمع نمودہ خود امام شدہ در آن مسجد نماز گزاردند ۔ و بعد از بحاضران گفتند : کہ نگاہ کنید کہ کعبہ بکدام سمت است ؟ حجابہا از میان برخاست و کعبۂ مجازی نمودار گشت ۔ و قبر ایشان موافق مسجد ایشان است" ۔

(جب آپ نے ایک مسجد بنائی تو اور مساجد کی بہ نسبت اس کی محراب کا رخ ذرا سا جنوب کی طرف تھا ۔ کہتے ہیں کہ : اس وقت کے علما نے شیخ پر اس سلسلے میں اعتراض کیا ۔ ایک دن آپ نے سب کو جمع کیا اور خود امام بن کر اس مسجد میں نماز ادا کی ، اور نماز کے بعد حضار سے کہا : دیکھیے کعبہ کس طرف ہے ۔ حجاب درمیان میں سے اٹھ گئے اور کعبۂ مجازی نظر آ گیا ۔ ان کی قبر مسجد کے پاس ہی ہے) ۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے آپ نے ایک مسجد اس جگہ پر لاہور میں بنائی تھی جس کے قریب آپ مدفون ہیں ۔ دارا شکوہ کا یہ واحد قدیم بیان ہے جو اس مسجد کی تعمیر کی نشاندھی کرتا ہے ۔ نفحات الانس یا کسی اور ماخذ میں یہ اطلاع درج نہیں ، اور اس واقعہ کی تائید اور تصدیق بھی کسی معاصر ماخذ سے نہیں ہوتی ۔

ہندو فلسفی سے مقابلہ

غزنی میں سید علی ہجویری کی ایک ہندو فلسفی سے کشف و کرامت کے مقابلے کی جو تنہا روایت نویں صدی ہجری کے مشہور عارف مولانا یعقوب چرخی[7] (وفات ۵ صفر ، ۸۵۱ھ) نے اپنی مشہور تالیف رسالہ ابدالیہ میں بیان کی ہے وہ درج ذیل ہے :

"و چنانکہ منقول است از ہمین شیخ بزرگ کہ در وقت سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہما ، سبب فتح ہند ایشان بودہ اند ، از ہند حکیمی آمد بطریق رسالت از سلاطین ہند بغزنی و گفت کہ دینِ اہلِ ہند بر حق است - کسی می باید کہ با او مباحثہ کردہ شود و حرفی میان من و او برود ، و حقیقت دین ما با دین اسلام ظاہر شود - یعنی [بی] دلیل عقلی و نقلی حق را قبول کنیم-

سلطان و جمیع ارکان دولت از علما و امرا و اشراف حاضر شدند و ھیچ کس را مجال این نوع مباحثہ نبود - شیخ ابوالحسن غزنوی بالہام ربانی در آن مجلس حاضر شدند - و بآن حکیم ہندی در آن مجلس مدتی خاموش نشستند - بعدہ آن حکیم از شیخ پرسید کہ سیرِ من تا کجا بود ؟ شیخ فرمود : تا بسراندیپ بود - گفت : نشانی [می] باید - شیخ فرمودند : در آن موضع جماعتی پلپل سبز می چیدند و در نزدیک ایشان پیلان بودند - حکیم گفت : راست می گوئید - شیخ فرمودند : کہ مرا و ترا معلوم شد - می باید کہ سلطان و اکابر اعیان را نیز روشن

شود - حکیم متحیر و عاجز شد - شیخ از خرقہ دست بیرون آوردند و پارۂ پلپل سبز بدست گرفتہ بود و گفت : بخورید ! کہ من از آن مردم خواستہ ام - حکیم متحیر شد و گفت : مرا بحال این نوع تصرف نیست - باز شیخ فرمودند کہ تو در عالم سفلی سیر کردی (و) من (نیز) با تو موافقت کردم ، بیا تا بعالم علوی سیر کنیم - حکیم گفت : مرا مجال این نیست و آن باسلام میسر می شود - حکیم مسلمان شد و بہند رفت و از آن فتوح بسیار روی نمود مر اہل اسلام را"[1]

۱۲ - قطب دوران کی تاریخ وفات

قطب دوران حضرت سید علی ہجویری کی تاریخ وفات کا مسئلہ اس لیے الجھا ہوا ہے کہ کسی معاصر تالیف میں اس کا ذکر نہیں ملتا - بعد کے اور وہ بھی کئی سو سال بعد کے لوگوں کی بات پر اس لیے اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب مختلف تاریخہائے وفات کسی سند کے بغیر درج کر دیتے ہیں - سب سے پہلے قابل غور تاریخ وفات وہ ہے جو لوح مزار پر کندہ ہے - قطع نظر اس کے کہ وضع سنگ و خط مزار چنداں قدیم نہیں ، مفتی غلام سرور لاہوری اپنی تالیف خزینۃالاصفیا میں یہ اطلاع بہم پہنچاتے ہیں :

"سابق بالای مزار پرانوار شیخ گنبد نہ بود - حالا در سال

---

۱ - رسالۂ ابدالیہ ، مولانا یعقوب چرخی ، ص ۱۱-۸

یک ہزار و دو صد و ہفتاد و ہشت شخصی حاجی نور محمد
بہ تعمیر گنبد معلیٰ پرداخت» ۱

اس اطلاع سے صرف ایک منفی نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ
۱۲۷۸ھ (۲-۱۸۶۱ء) تک اس مزار پر کوئی گنبد نہ تھا ۔ ضمناً یہ
درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ **خزینۃ الاصفیا** (مؤلفہ
۸۱-۱۲۸۰ھ) میں مفتی غلام سرور گنبد کے تعمیر کرنے والے کا نام
حاجی نور محمد فقیر درج کرتے ہیں اور اپنے معاصر مورخ مولوی
نور احمد چشتی لاہوری سے اتفاق کرتے ہوئے اس کا نام نور محمد
ہی بتاتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو :

«اس گنبد کی تاریخیں تعمیر کی شعرائے لاہور نے بہت لکھی
ہیں . دو قطعہ تاریخ ان میں سے ، ایک تو میاں فرید شاعر نے
تحریر کی ہے ، درج کی جاتی ہیں :

نور محمد چون بناء نو نہاد
مقبرۂ مکرم مرحوم ما

۱ . **خزینۃ الاصفیا** ، مفتی غلام سرور لاہوری ، ۲ : ۲۳۳

گفت فرید از پئے تاریخ او
مقبرۂ منعم مخدوم ما

"اور دوسری تاریخ مصنفہ مفتی غلام سرور صاحب جو انھوں نے در باب تعمیر اس روضہ کے لکھی تھی اور بوقت تصنیف کتاب ہذا کے بامید اندراج میرے پاس بھیجی، سو وہ یہ ہے :

کرد عجب نور محمد بنا
روضۂ پر نور از صدق دلی
مقبرۂ سید دین گنج بخش
قرۃالبصار نبی و علی
آن کہ دو کونش تہ فرمان شدند
سید و سردار شاہ غزنوی
قطب جہان سرور اقطاب دین
گنج سخا مظہر نور جلی
سال بنائش بخرد گفت دل
روضۂ عالی علی ولی[1]"

اس سلسلے میں یہ درج کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید علی ہجویری کے مدفن کے متعلق قدیم ترین اطلاع جو اب تک دستیاب ہوئی ہے وہ داراشکوہ کی ہے جس نے لکھا ہے :

---

۱ - تحقیقات چشتی، نور احمد چشتی لاہوری، ۲ ،۲-۱۰۸۱

"و قبر درمیان شہر لاہور مغرب قلعہ واقع شدہ"[۱]۔

اگر موجودہ قبر کو دیکھا جائے تو یہ قلعہ کے مغرب کی طرف کم اور جنوب کی طرف زیادہ ہے۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبر درمیان شہر لاہور ہے جو درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۳ - تاریخ وفات کے منابع

تاریخ وفات مندرجہ ذیل منابع سے درج کی ہوئی صورت میں ملتی ہے:

شمار	منابع	مصنف یا مولف	تاریخ تالیف	مندرج تاریخ وفات
۱	سنگ مزار	نصب شدہ	۱۸۶۱-۲ء/۱۲۷۸ھ	۴۶۵ھ
۲	سفینۃ الاولیاء ۱۹۵ کانپور ۱۸۸۴ء	دارا شکوہ	۲۷ رمضان ۱۰۴۹ھ/۲۱ جنوری ۱۶۰۴ء	۴۵۶/۴۶۴ھ
۳	نفحات الانس	جامی		تاریخ وفات کا ذکر ہی موجود نہیں جیسے مفتی غلام سرور نے کہا ہے
۴	تذکرہ علمائے ہند، ۵۹	رحمان علی		۴۶۵ھ
۵	سبک شناسی ۲، ۱۸۷	مرحوم ملک الشعراء بہار		,,

---

۱ - سفینۃ الاولیا داراشکوہ، ص ۱۶۵

۶ - تصوف اسلام ۵۳ عبدالماجد ۳۶۵ھ

۷ - مآثرالکرام ,,

۸ - ایضاح المکنون (ستون ۳۹۳۱) اسمعیل پاشای بغدادی

۹ - اسماء المصنفین ۱ ، ۶۹۱ اسماعیل پاشا بغدادی ۳۶۵

۱۰ - بزم صوفیہ ، ۸ سید صباح الدین ,,

۱۱ - شرح نفحات الانس شیخ حامد کشمیری ,,

۱۲ - ترجمہ کشف المحجوب XI نکلسن بین ۳۶۹-۳۶۵ھ

۱۳ - خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور ۳۶۳یا۳۶۶ھ

۱۴ - مقالہ مطبوعہ سروش دسمبر ۱۹۵۹ء پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع بعد از ۳۷۹ھ

۱۵ - مقالہ مطبوعہ سروش اکتوبر ۱۹۵۹ء آقای عبدالحی حبیبی بین سنوات ۳۸۱-۵۰۰ھ

۱۶ - کشف الظنون حاجی خلیفہ ۳۵۶ھ

۱۷ - قاموس الاعلام سامی بیگ ۳۵۶ھ

۱۸ - آب کوثر ، ۸۶ شیخ محمد اکرام ۳۶۵ھ

۱۹ - فہرست مخطوطات فارسی ریو چارلس ۱-۳۴۳ ۳۶۵ھ

۲۰ - دائرۃ المعارف اسلامی ہدایت حسین ۲-۹۲۷ ۳۶۵ھ

۲۱ - تصوف اسلام ڈاکٹر غنی ۳۷۰ھ

٢٢ - ثمرات القدس	میرزا لعل بیگ لعلی	٤٥٦ھ
٢٣ - حدائق الحنفیہ		٤٦٥ھ
٢٤ - نزهۃ الخواطر		٤٦٥ھ
٢٥ - تاریخ لاہور	کنہیا لال	٤٦٥ھ
٢٦ - فرہنگ آصفیہ	سید احمد	٤٦٥ھ
٢٧ - تاریخ لاہور	سید محمد لطیف	٤٦٥ھ
٢٨ - داتا گنج بخش کی مفصل سوانح عمری ١١١	محمدالدین فوق	٤٦٥ھ
٢٩ - حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخش ١٢٧	پروفیسر شیخ عبدالرشید	بین ٤٥٠-٤٨١ھ
٣٠ - تاریخ ادبیات ایران بعد از اسلام ٣٦٤	برہان اللہ	بعد از ٤٦٥ھ/١٠٧٣ء
٣١ - کتاب الرعایہ فی التصوف ١٥		٤٧٠ھ

ان تمام تاریخہائے وفات کے لیے کسی مولف نے کوئی حتمی سند پیش نہیں کی - للهذا یہ دیکھنا ضروری ہے کہ حضرت سید[75] کی صحیح یا اندازاً تاریخ وفات متعین کرنے کے لیے اندرونی شہادت کی طرف کس طرح رجوع کیا گیا ہے - اس سلسلے میں حضرت صاحب کے اپنے بیان کے مطابق ٤٦٥ھ کے بعد اُن کے حیات ہونے کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ وہ کشف المحجوب میں استاد امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ قشیری نیشاپوری شافعی

(۳۷۶ھ-۴۶۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے استفادہ کرنے کا ذکر بارہا کرتے ہیں: مثلاً "از استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ شنیدم" (ص ۳۰، ۳۶۸، ۲۰۵ طبع سمرقند) - چونکہ استاد قشیری اکثر مورخوں کے بقول سنہ ۴۶۵ھ میں فوت ہوئے تھے[۱] - اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہجویریؒ ۴۶۵ھ کے بعد زندہ تھے اور **کشف المحجوب** لکھ رہے تھے -

اس طرح ابو الحسین سالبہ بن ابراہیم کے والد ابو الفتح سالبہ کا ذکر کرتے ہوئے ہجویری فرماتے ہیں: شیخ الشیوخ ابوالفتح سالبہ افصح اللسان بود و شیخ ابوالفتح سالبہ مرید را خاقی نیکو و امیدوار است (**کشف** ۲۱۴-۱۳۵) -

ابوالحسین سالبہ ۴۷۳ھ میں وفات پاتے[۲] ہیں - اس لیے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ہجویری اس سال تک بھی حیات تھے -

پھر ابو علی فارمدی کا ذکر کشف (ص ۲۱۱) میں ملتا ہے جنہیں ہجویری دعائے "ابقاالله" سے یاد فرماتے ہیں - فارمدی ۴۷۷ء میں فوت ہوتے ہیں - لہذا یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہجویری ۴۷۷ء تک بھی زندہ تھے -

کشف میں پیر ہرات خواجہ عبداللہ انصاریؒ کا ذکر بدعای

---

۱ - وفیات الاعیان ابن خلکان، ۲، ۳۷۵

۲ - المنتظم ابن جوزی، ۸، ۳۲۸ و نفحات الانس جامی، ۲۵۹

رحمۃ اللہ علیہ (ص ۹۱ ، طبع سمرقند) آتا ہے اور خواجہ صاحب ۴۸۱ھ[1] میں فوت ہوئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ **کشف** ۴۸۱ھ تک لکھی جا رہی تھی اور ہجویری اس سال تک بھی زندہ تھے۔

اس وقت تک دستیاب ہونے والی داخلی شہادتوں میں آخری سال ۵۰۰ھ کا ہے جس میں حضرت داتا "گنج بخش زندہ نظر آتے ہیں۔ کشف میں شیخ قسورہ بن محمد گردیزی کا ذکر ملتا ہے : شیخ اوحد قسورہ بن محمد انجردیزی باہل طریقت شفقتی تمام دارد ، ومر ہریک را بنزدیک وی حرمتی ہست و مشایخ را دیدہ است" (ص ۲۱۸ طبع لینن گراد)۔ آقای عبدالحی حبیبی کی تحقیق کے مطابق شیخ قسورہ گردیزی چھٹی صدی ہجری کے آغاز تک زندہ تھے ۔ لہٰذا یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت داتا صاحب بھی اس وقت تک زندہ تھے ۔ (مجلہ سروش اکتوبر ۱۹۵۹ء ، ص ۱۰) ۔ گویا مزار پر لکھی ہوئی تاریخ غلط ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ سید علی ہجویری سنہ ۵۰۰ھ (۱۱۰۷ء) تک بقید حیات تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیعؒ نے یہ تجویز بھی کی ہے کہ چونکہ کشف میں دیگر متصوفہ کی وفیات کا بھی ذکر ہے اگر ان کی تاریخ ہائے وفات کا جائزہ لیا جائے تو یہ ممکن ہے سید علی ہجویری کی تاریخ وفات ۱۱۰۷ء/۵۰۰ھ سے بھی بعد تک لے جائی جا سکے ۔

---

۱ ۔ مراۃ الجنان یافعی ، ۳ ، ۱۲۲ و نفحات جامی ، ۳۳۲

باب ۲

آثار سید — تالیفات و تصانیف

سید علی کا شاہکار جو ہم تک پہنچا ہے وہ کشف المحجوب ہے - یہ فارسی زبان میں لکھی ہوئی کتاب ہے - اسی کتاب سے اطلاع ملتی ہے کہ اُن کے متعدد منظوم و منثور آثار تھے ، لیکن بیشتر اُن کی زندگی میں ہی ناپید یا چوری ہو چکے تھے -

۱ - دیوان شعر

اس کے چوری ہونے کا ذکر یوں کیا ہے :

"دیوان شعرم کسی بخواست آن جملہ را بگردانید و باز گرفت و اصل نسخہ جز آن نبود - و نام من از سر آن بیفگند و رنج من ضایع کرد ، تاب اللہ علیہ"[1] -

(کسی نے مجھ سے میرے اشعار کا دیوان مانگا - اُس نے تمام دیوان کو (دوسروں میں) گھمایا - اور پھر واپس لے لیا اُس کے سوا اُس کا کوئی اور نسخہ نہ تھا - اور اُس نے میرا نام اس پر سے ہٹا دیا - اس طرح میری محنت ضایع ہوئی - خدا اُس کی توبہ قبول کرے) -

۱ - کشف (تہران) ، ص ۲

۲۔ کتاب فنا و بقا

"و ما را ازین جنس سخنانیست اندر کتاب فنا و بقا ، و آن اندر وقت ہوس کودکی و تیزی احوال کردہ ایم ، اما اندرین کتاب بحکم احتیاط احکام آن بیارم" ۔[1]

(اور کتاب فنا و بقا میں ہم نے اس جنس (فقر اور صفوت) کے متعلق بات کی ہے ۔ وہ [کتاب] میں نے بچپن کے غرور اور جلد بازی میں مرتب کی تھی ۔ لیکن اب اس کتاب میں احتیاط کو مدِ نظر رکھ کر اس پر بحث کی جائے گی) ۔

۳ ۔ اسرار الخرق والمئونات :

"و مرا اندرین معنی کتابیست مفرد کی نام آن اسرارالخرق و المئونات است ۔ و نسخۂ آن مزید را باید" ۔[2]

(اور میں نے اس باب میں ایک علیحدہ کتاب تصنیف کی ، جس کا نام اسرار الخرق و المؤنات ہے ۔ اور مرید کے لیے اس کا ایک نسخہ حاصل کرنا ضروری ہے) ۔

۴ ۔ الرعایۃ بحقوق (لحقوق) اللہ تعالی :

"و طالب این علم [توحید] راہ از کتابی مطول تر باید طلبید

۱ ۔ کشف (تہران) ، ص ٦٧

۲ ۔ کشف (تہران) ، ص ٦٣

کہ کردہ ام و آنرا الرعایۃ بحقوق اللہ تعالیٰ نام کردہ ام"۔[1]
(اور اس علم کے طالبوں کو یہ مسئلہ کسی دوسری مفصل کتاب سے تلاش کرنا چاہیے - جو میں نے لکھی ہے اور جس کا نام میں نے الرعایۃ بحقوق اللہ تعالیٰ رکھا ہے -

۵ - کتاب البیان لاھل العیان :

"و من اندرین معنی (جمع و تفرقہ) در حال بدایت کتابی ساختہ ام، و مرا آنرا کتاب البیان لاھل العیان نام نہادہ" ۔[2]
(اور میں نے ابتدائی زمانے میں اس موضوع (جمع و تفرقہ) پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام البیان لاھل العیان رکھا ہے)۔

۶ نحو (بحر) القلوب :

"اندر نحوالقلوب در باب جمع فصولی مشبع بگفتہ ، اکنون مرخفت را بدین مقدار بسندہ کردم" ۔[3]
(نحو القلوب میں جمع کے متعلق میں نے کئی فصلیں لکھی ہیں۔ اب اختصار کے لیے اسی قدر کافی سمجھا) ۔

۷ - منہاج الدین :

"و دیگر کتابی کردم ہم اندر طریقت تصوف ، نام آن

---

۱ - کشف (تہران) ، ص ۳۶
۲ - کشف (تہران) ص ۳۲۳
۳ - کشف (تہران) ص ۳۲۳

منہاج الدین"۔[۱] "اکنون ذکر اصحاب صفہ رسول[ص] عم برسبیل ایجاز و اختصار اندرین کتاب بیاورم ، و ما پیش ازین کتابی ساختہ ایم ، و مر آنرا منہاج الدین نام کردہ و اندر وی مناقب ہر یک بتفصیل بیان کردہ"[۲] "و نیز در شرح حال حسین بن منصور حلاج" ۔[۳]

(اور میں نے ایک اور کتاب طریقت تصوف کے متعلق منہاج الدین کے نام سے لکھی ۔

اب میں اصحاب صفۂ رسول کا مختصر سا ذکر اس کتاب میں کروں گا ۔ اور پیش ازیں ہم نے ایک کتاب لکھی ہے ۔ اس کا نام منہاج الدین رکھا ۔ اور اس میں ہر ایک کے مناقب بہ تفصیل درج کیے ہیں ۔ اور نیز حسین بن منصور حلاج کے سوانح حیات) ۔

۸ ۔ **ایمان :**

"و من اندر بیان این (موضوع ایمان) کتابی کردہ ام 'چہ' مراد اینجا اعتقاد مشایخ است" ۔[۴]

---

۱ ۔ کشف (تہران) ، ص ۲

۲ ۔ کشف (تہران) ، ص ۹۷-۹۹

۳ ۔ کشف (تہران) ، ص ۱۹۳

۴ ۔ کشف (تہران) ، ص ۳۶۸ ، ۳۷۴

(میں نے موضوع ایمان پر ایک کتاب لکھی ہے - جس میں اعتقاد مشائخ سے بحث کی ہے) -

۹ - فرق فرق :

گروہی دیدم از ملاحدہ ببغداد و نواحی آن کی دعوی تولی بدو (حسین بن منصور حلاج) داشتند - و کلام ویرا صحبت زندقہ خود ساختہ بودند - و اسم حلاجی برخود نہادہ - و اندر امر وی غلو میکردند ، چون روافضہ اندر تولی علیؓ - اندر رد کلمات ایشان بابی بیاورم اندر فرق ، انشاء اللہ عز وجل"[1] -

۱۰ - فقیر نامہ (کشف الاسرار) :

خود سید علیؒ نے کشف المحجوب میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن صوفی معنوی مولانا شمس الہند ایزدی نے لاہور سے ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) میں کشف المحجوب کا ایک اردو ترجمہ شایع کیا ، جس کے ٹائٹل پر یہ عبارت درج ہے :

کشف المحجوب اردو

معہ فقیر نامہ مشہور بہ کشف الاسرار

تصنیف لطیف حضرت اقدس برگزیدۂ زمان قطب دوران جناب فیضمآب شیخ مخدوم علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش ثم لاہوری حضرت داتا ۔

---

۱ - کشف (تہران) ۱۹۲

اس کتاب میں کشف المحجوب کے اردو ترجمہ کے ساتھ کشف الاسرار (فقیر نامہ) کا سولہ صفحات کا ایک رسالہ چھاپا گیا ہے جسے سید علی^{رح} کی تصنیف اور اصل فارسی متن کا ترجمہ بتایا گیا ہے ۔[1] اس فقیر کی نظر سے نہ اصل فارسی متن گذرا ہے نہ اردو ترجمہ ۔ لیکن چونکہ نہ خود مصنف نے نہ کسی اور مورخ نے اسے سید علی^{رح} کے آثار میں شامل کیا ہے ۔ اس لیے قیاس کہتا ہے کہ یہ مجعول ہے ۔

سید علی کی تالیفات شمارہ ۹-۱ چونکہ دستیاب ہی نہیں ہوئیں اس لیے یہ کہا نہیں جا سکتا کہ یہ کس زبان میں لکھی گئیں یا ان کا حجم اور مندرجات کیا تھے ۔ بلکہ مصنف کے بیان کے مطابق یہ آثار آن کی زندگی میں ہی چوری یا ضائع ہوگئے تھے ۔[2] اور سید صاحب ان ادبی سارقین سے سخت نالاں تھے ۔ کہتے ہیں :

”آنچ بابتدای کتاب نام خود اثبات کردم ، مراد ازین دو چیز بود : یکی نصیب خاص ، و دیگری نصیب عام ۔ آنچ نصیب عام بود ، آنست کہ چون جہلۂ این علم کتابی نو بینند ، کی نام مصنف آن بچند جای بران مثبت نباشد ، نسبت آن کتاب بخود کنند ۔ مقصود مصنف از آن بر نیاید ، کی مراد از جمع و تالیف و تصنیف کردن ، بجز آن نباشد کی نام مصنف بدان

۱ ۔ Dagin, L. S., *The Kashf-ul-Mahjub of Abul-Hasan Ali al-Jullabi* (in Siddiqi), pp. 46-7.

۲ ۔ کشف (تہران) ، ص ۸

کتاب زندہ باشد ، و خوانندگان و متعلمان ویرا دعای خیر گویند۔ کی مرا این حادثہ افتاد ، بہ و بار : یکی آنک دیوان شعرم کسی بخواست ، و باز گرفت و اصل نسخہ جز آن نبود ، آن جملہ را بگردانید ، نام من از سر آن بیفگند و رنج من ضایع کرد ، تاب اللہ علیہ ۔ و دیگر کتابی کردم ہم اندر طریقت تصوف ، نام آن منہاج الدین ۔ یکی از مدعیان رکیکہ ، کہ کرای گفتند او نکند نام من از سر آن پاک کرد ، و بنزدیک عوام چنان نمود کہ وی کردہ است ۔ ہر چند خواص بر آن قول بروی خندیدندی ، با خداوند تعالیٰ بی برکتی آن بدو در رسانید و نامش از دیوان طلاب درگاہ خود پاک گردانید"۔۱

۱۶ ۔ کشف المحجوب

سید علی ہجویری کا آخری شاہکار کشف المحجوب ہے ، جس کے توسط سے آن کے دیگر علمی اور ادبی ، منظوم و منثور آثار کا پتہ چلتا ہے جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے ۔

کشف المحجوب کے قدیم نسخے

نوائے وقت لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں حضرت سید علی جلابیؒ ثم ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش کی مشہور عالم تصنیف کشف المحجوب کے ایک خطی نسخے کے متعلق یہ

۱ ۔ کشف (تہران) ، ص ۱۰۲

حیرتناک اور بیحد دلخوش کن اطلاع شائع ہوئی کہ یہ لاہور میں موجود ہے اور حضرت داتا گنج بخش کے اپنے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے - راقم نے مالک کی طرف رجوع کیا تو یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ اس نے اخبار کو صحیح اطلاع بہم نہیں پہنچائی تھی - یہ نسخہ مغلوط ہونے کے علاوہ سو سال سے زیادہ پرانا نہیں - اس کی رُوشنائی ، کاغذ اور کتابت اس کی شاہد ہے - جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے حضرت داتا صاحبؒ کی وفات کو تقریباً نو سو سال ہو چکے ہیں، اور اس وقت تک ابھی نستعلیق رائج نہیں ہوا تھا جس میں یہ نسخہ مرقوم ہے - پندرہویں صدی عیسوی میں کتاب نویسی اور کتابت مدارج اعلیٰ طے کر گئی - یہ تیموریوں کا دور تھا - اور اسی صدی میں تبریز کے معروف خطاط خواجہ میر علی نے نسخ اور تعلیق کی آمیزش سے نستعلیق کی ایجاد اور ترویج کی - ایران میں تیرہویں صدی عیسوی میں رقاع اور توقیع کی آمیزش سے تعلیق کی ایجاد ہو چکی تھی - اس کا ذکر مولانا جامی نے یوں کیا ہے :

کاتبان را ہفت خط باشد بطرز مختلف

ثلث و ریحان و محقق نسخ و توقیع و رقاع

بعد ازان تعلیق آن خط است کش اہل عجم

از خط توقیع استنباط کردند اختراع[1]

مشتہرہ نسخہ معمولی نستعلیق میں سیالکوٹی کاغذ پر لکھا ہوا

---

[1] Baqir, Muhammad, *Introduction* to *Tazklra-ye Khattatin*, - 3.

ہے - سیالکوٹی کاغذ بھی داتا صاحب کے وقت میں ابھی تیار ہونا شروع نہیں ہوا تھا - جو سیاہ روشنائی استعمال کی گئی ہے وہ بھی سو سال سے کم قدیم ہے -

حقیقت یہ ہے کہ کشف المحجوب[1] کا کوئی معاصر نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہوا - یہ اطلاع بھی درست نہیں کہ مرحوم پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب کا مملوکہ خطی نسخہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے دست مبارک سے ۶۶۴ھ میں لکھا گیا ہے - اصل نسخہ دیکھیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کتابت ۱۰۶۴ھ یا کسی اور تاریخ کی تحریف کر کے کسی نے ۶۶۴ھ بنائی ہے - اس خطی نسخے کا خط اور کاغذ دونوں اس کی صحیح قدامت کا اعلان کر رہے ہیں -

روسی مستشرق ویلنٹائن ژوکوفسکی کو بھی دراصل کوئی مستند نسخہ ہاتھ نہیں آیا - اس لیے اس کے مطبوعہ ایڈیشن کی صحت بھی مشکوک ہے اور یہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا کہ قدامت کے اعتبار سے ژوکوفسکی کا نسخہ دوسرے درجے پر ہے - اس نے جب کتاب کی تدوین شروع کی تو اس کے سامنے اس کے اپنے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل پانچ نسخے تھے :

(الف) نسخہٴ خطی متعلق بہ کتابخانہٴ سلطنتی وی آنا (شمارہ

---

۱ - کشف المحجوب نسخہٴ خطی متعلق بہ کتابخانہٴ مولوی محمد شفیع ، صفحہٴ آخر -

۴۳۴ از مجموعۂ ہا مر ، فہرست فلوگل ، مجلد سوم ، ص ۴۴) ۔ اس کے چند ابتدائی اوراق افتادہ ہیں ۔ تاریخ کتابت درج نہیں ۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ نویں صدی ہجری (سولھویں صدی عیسوی) کا نسخہ ہے ۔ اس نسخے کے خاتمے پر درج ہے :

''مقابلہ کردہ شد کتاب کشف المحجوب من اولہ الی آخرہ و تصحیح کردہ شد بقدرالوسع والطاقہ بر دست بندۂ حقیر مسعود صوفی تاب اللہ عنہا توبۃ نصوحاً ۔ ۔ ۔ تمت المقابلہ بقدر الوسع والطاقہ علی یدی العبد الضعیف الفقیر الحقیر الوقیر الداعی الی اللہ الوفی مسعود بن شیخ الاسلام القرشی الصوفی ۔ ۔ ۔[1] گویا اس نسخے کا کاتب مسعود بن شیخ الاسلام القرشی صوفی ہے۔

(ب) ژوکوفسکی نے اپنے متن کی تدوین کے وقت دوسرا خطی نسخہ پبلک لائبریری تاشقند کا استعال کیا ہے جو ۱۳ ذوالحجہ ۱۰۴۶ هجری کا لکھا ہوا ہے[2] ۔

(ج) تیسرا نسخہ سمرقند میں نجی ملکیت میں تھا جو ژوکوفسکی نے استعال کیا ۔

(د) دانشگاہ سینٹ پیٹرزبرگ کے کتابخانہ کا نسخہ (شمارۂ ۵۴۸ از مجموعۂ کاظم بک ۔ مورخ ۱۰۱۱ھ) ۔

---

۱ - Flugel, G., *Die Arabischen Persischen und Turkischen Handschriften der Kaiserlich-Koniglichen Hofbibliothek Zu Wien*, iii 440.

۲ - Khal E.Th., *The Persian, Arabic and Turkish manuscripts in the Turkestan Public Library*, 40.

(ہ) خطی نسخہ متعلق بہ موسسہ السنہ شرقیہ وزارت امور خارجہ ۔ اس کا اول و آخر افتادہ تھا ۔[1]

ژوکوفسکی نے وی آنا کے نسخے کو بنیاد بنا کر اور دیگر نسخ سے مقابلہ کرکے اپنے نسخے کی تدوین کی ۔ اس نے ۱۹۰۰ء میں یہ کام شروع کیا ۔ مسٹر ایل ۔ ایس ڈوگن (L. S. Dugin) اس وقت پروفیسر ژوکوفسکی کے زیر تعلیم تھے ۔ وہ بیان کرتے ہیں :

"The critical edition of the *Kashf-ul Mahjub* by the late Prof. V. Zhukovsky is a post-mortem edition, having appeared only in 1926. The work was begun by the great savant as far back as 1900, and in 1901 the present writer (as that time one of Prof. Zhukovsky's students) was asked by Prof. Zhukovsky to assist him with the collation of the sheets ready for print with the various MSS. used by him for the edition. That humble collabortion, however, did not materialize owing to the technical difficulties of that plan, and the work was completed by Prof. Zhukovsky single handed a couple of years later, and printed off, together with seven of its eight Indices, as early as 1905. The exhaustive scholarly Introduction (in Russian) to the edition (which comprises 57 pages) was, however, completed and printed, as also the remaining eighth Index, only in 1914. Owing to the then prevailing circumstances, the folded, but unsewn, copies of the book remained stacked up on the premises of the press, where it was printed,

---

1. Baron V. Rosen, *Collections Scientifique de l'Institute des Langues Orientales. Les Manuscripts Persian*, iii, 291.

without seeing the light of publication. It was only in 1926, several years after Prof. Zhukovsky's death (he died of heart failure on the 17th January, 1918), that the book, to which a Russian and a Persian title-page, and two pages of Preface were added, was finally issued.''[1]

کشف المحجوب کے روسی ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۲۶ء کے ساتھ روسی زبان میں ایک مقدمہ دانشگاہ دولتی لینن گراڈ کے موسسہ تتبعات تطبیقی در ادبیات و السنہ غربی و شرق کے دوامی رکن مسٹر اے ۔ راما سکیفیچ (A. Ramaskievitch) کی طرف سے شامل ہے جس میں ڈوگن کی اطلاعات پر یہ اضافہ کیا گیا ہے :

''کتاب کشف المحجوب تالیف ابی الحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی الہجویری الغزنوی کا متن صفحات (۱-۵۸۶) اور فہارس (صفحات ۵۸۷-۸۸) بتوسط مرحوم ویلنٹائن ژوکوفسکی ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تھیں ۔ کچھ دیر بعد مصحح کے مقدمہ کا ایک جزو چھاپا گیا اور پھر یہ کئی سال تک اسی حالت میں ناتمام پڑا رہا ۔ تا آنکہ پروفیسر ماسوف نے ۱۹۱۴ء میں ایک اور مقدمہ لکھ کر اس کام کو مکمل کیا ۔ اس وقت مدرسہ السنہ پیٹرزبرگ کی روداد مورخ ۱۸ اپریل ۱۹۱۴ء کے مطابق یہ طے کیا گیا کہ کتاب مذبور آیندہ سال شائع کرائی جائے ۔

1. Siddiqui, Misbah-ul Haque, *The Life and Teachings of Hazrat Data Ganj Bahhsh*, 42.

"ژوکوفسکی کی وفات (۴ جنوری ۱۹۱۸ء) کے بعد راقم کو مدرسۂ عالیہ السنۂ شرق لینن گراڈ کی طرف سے حکم ملا کہ میں پروفیسر ساسوف کے کام کو انجام تک پہنچاؤں کہ مجھے بھی مرحوم کے حضور شرف تلمذ حاصل تھا ۔ لیکن غیر معمولی حالات کی وجہ سے یہ نفیس نسخہ شائع نہ ہو سکا ۔

"میری تجویز پر ۱۹۲۱ء میں دانشگاہ دولتی لینن گراڈ کے مؤسسہ تتبعات تطبیقی در ادبیات و السنۂ غربی و شرق نے یہ طے کیا کہ اس متن کو مکمل طور پر شائع کیا جائے ۔ چنانچہ اس کتاب نے ۱۹۲۶ء کے آغاز میں طباعت کے تمام مراحل طے کیے"[1] ۔

راقم کے کتاب خانے میں کشف المحجوب کا وہ اولین مطبوعہ نسخہ بھی ہے جسے پروفیسر نکلسن نے بنیاد بنا کر ۱۹۱۱ء میں اپنا انگریزی ترجمہ پیش کیا[2] ۔ یہ نسخہ ۱۸۷۴ء میں لاہور میں چھپا تھا ۔ اور اس پر کشف ، مدار ، غیاث ، فتح الرحمٰن ، صراح ، لطایف ، کنز ، شرح تحایف آداب الشریعہ کے حواشی مندرج ہیں ۔ اس کے علاوہ مسند محمد بن یعقوب بن الھارثی ، مسند حسن بن محمد بن خسرو اور مسند امام اعظم سے بھی حواشی منقول ہیں لیکن حواشی درج کرنے والے اور کتاب کے مدون کا کوئی ذکر نہیں ۔

---

۱ ۔ کشف المحجوب ، مطبوعہ تہران ، ۱۳۳۶ شمسی ، ص سی و سہ ۔

۲ ۔ نکلسن : مطبوعہ ترجمہ انگریزی مقدمہ ، صفحات XV-XVI ۔

ژوکوفسکی نے کشف المحجوب کے اپنے نسخے کی تدوین کے وقت اس مطبوعہ نسخے کو دیکھا تھا - لیکن اس نے اس سے استفادہ نہیں کیا - کیونکہ وہ یہ نسخہ حاصل کرنے سے قبل اپنی کتاب ترتیب دے چکا تھا -

اس فقیر کے کتاب خانے میں کشف المحجوب کا وہ نادر مطبوعہ نسخہ بھی ہے جو شوال المعظم ۱۳۳۰ھ (اکتوبر ۱۹۱۲ء) میں سمرقند سے شائع ہوا ہے - اسے ملا سید عبدالمجید مفتی بن ملا سید عبداللہ المدرس الحنفی نے مطبع حرمت مند سلیانوف سے شائع کیا ہے - ظاہر ہے کہ یہ نسخہ ژوکوفسکی کے مطبوعہ نسخے سے تقریباً ۱۴ سال پیشتر شائع ہوا - اس کی کتابت میرزا سید عبدالسلام بن سیادت پناہ نے کی - ملا سید عبدالمجید نے اس کتاب کے آخر میں ایک اشتہار بھی اس مضمون کا درج کیا ہے کہ اگر دو سال سے پہلے کوئی ناشر اس کتاب کو میری اجازت کے بغیر شائع کرے گا تو میں اس کے خلاف دعویٰ دائر کر دوں گا -

ان توضیحات سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اس وقت تک معلوم اور مؤرخ خطی نسخوں میں گیارہویں صدی ہجری (سترہویں صدی عیسوی) سے قدیم تر کوئی نسخہ دریافت نہیں ہوا اور مطبوعہ نسخوں میں قدیم ترین نسخہ ۱۸۷۳ء کا ہے - جو لاہور سے شائع ہوا ہے - اس نسخے کی بنیاد کس خطی نسخے پر رکھی گئی اس کی کوئی اطلاع نہیں ملتی - بہر صورت اس وقت سے پہلے کا کوئی نسخہ مل جائے تو ہمارے لیے باعث خوش وقتی و سعادت ہوگا -

وجہ تسمیہ و تالیف کتاب

مقدمہ مصنف کے مطابق کشف المحجوب ابو سعید ہجویری[1] کی درخواست پر لکھی گئی ہے اور اُن سوالات کے جواب پر مشتمل ہے جو اُس نے کیے :

"این کتاب را کشف المحجوب نام کردم ، مراد آن بود ، کہ تا نام کتاب ناطق باشد بر آنچہ اندر کتابست - ہر گروہی را کہ بصیرت بود ، چون نام کتاب بشنوند ، دانند کہ مراد از آن چہ بودہ است - و بدانکہ ہمہ عالم از لطیفۂ تحقیق خداوندی محجوب اند ، بجز اولیای خدای تعالٰی و جل و عزیزان درگاہش - و چون این کتاب اندر بیان حق بود ، و شرح کلمات و کشف حجب بشریت جز این نام وی را اندر خور نبود ، "بحقیقت کشف ہلاک محجوب باشد ، ہمچنانکہ حجاب ہلاک مکاشف - - -"[2]

خواجہ محمد پارسا (وفات ۸۲۲ھ) نے اپنی کتاب فصل الخطاب لوصل الاحباب میں لکھا ہے کہ ہجویری کی کتاب کا مختصر نام کشف المحجوب ہے اور اس کا پورا نام کشف المحجوب لارباب

۱ - کشف (تہران) ، ص ۲-۴-۷

۲ - کشف (تہران) ، ص ۷

القلوب[1] ہے - اس طرح حاجی خلیفہ نے اپنی تصنیف کشف الظنون[2] میں بھی یہی نام درج کیا ہے - مولانا یعقوب بن عثمان بن محمد الغزنوی الچرخی ، جو غزنین کے ایک گاؤں چرخ کے رہنے والے تھے ، نے بھی یہی نام اپنے رسالۂ ابدالیہ میں لکھا ہے[3] -

فہرست سوالات : ابو سعید ہجویری کے سوالات مندرجہ ذیل گیارہ نکات پر حاوی تھے[4] :

۱ - تحقیقات طریقت تصوف
۲ - ان (صوفیا) کے مقامات کی کیفیت
۳ - ان کے مذاہب
۴ - ان کے اقوال
۵ - ان کے رموز و اشارات
۶ - محبت خداوند عز و جل کی کیفیت
۷ - اور دلوں میں اس کے اظہار کی کیفیت
۸ - کنہ سے حجاب عقول کا سبب اور اس کی ماہیت
۹ - اور اس کی حقیقت سے عزت نفس
۱۰ - آرام روح اور اس کی صفات
۱۱ - متعلقہ معاملات

---

۱ - نسخۂ خطی ، دانشگاہ لینگراد ، ص ۷
۲ - کشف الظنون ، حاجی خلیفہ ، ستون ۱۴۹۴
۳ - رسالہ ابدالیہ چرخی ، ص ٦
۴ - کشف (تہران) ، ص ۷

سید علی ہجویری نے ابو سعید ہجویری کے سوالات کے جواب کشف میں علمی دلایل و براہین اور قرآنی آیات و احادیث کے ساتھ مندرجہ ذیل عنوانات درج کیے ہیں :

(الف) مقدمہ مصنف

۱ - باب اثبات العلم
۲ - باب الفقر
۳ - باب التصوف
۴ - باب مرقعہ داشتن
۵ - باب اختلافہم فی الفقر و الصفوۃ
۶ - باب بیان الملامہ
۷ - باب ذکر ائمتہم من الصحابہ و التابعین
۸ - باب فی ذکر ائمتہم من اهل البیت
۹ - باب ذکر اهل الصفہ
۱۰ - باب فی ذکر ائمتہم من اتباع التابعین الی یومنا
۱۱ - باب فی ذکر ائمتہم من المتاخرین
۱۲ - باب فی ذکر رجال الصوفیہ من المتاخرین علی الاختصار من اهل البلدان
۱۳ - باب فی فرق فرقهم و مذاهبهم و آیاتهم و مقاماتهم و حکایاتهم
۱۴ - مکتبهای صوفیہ ، عقاید و اقوال و نظریات آنها
۱۵ - حقیقت نفس و معرفت آن

باب ۳

تعلیمات

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے سید علی ہجویریؒ کی تعلیمات کا محور قرآن و حدیث اور اقاویل ہیں ۔ اس سے پرے یا اس کے مخالف وہ کسی نظام حیات انسانی کو قابلِ ستائش سمجھتے ہیں نہ قابلِ قبول ۔

"توحید آں بود کہ دون حق را بردلت خطر نبود ، و خاطر مخلوقات را برسرت گزر نباشد"[1] ۔

(توحید یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا تیرے دل میں اور کوئی یاد نہ ہو ۔ اور مخلوقات کی یاد تیرے دل میں راہ نہ پائے) ۔

استخارہ کے متعلق فرماتے ہیں : اس سے اللہ تعالیٰ کا پاس ادب مراد ہے ۔ کیونکہ اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی امت سے فرمایا :

فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم

(۹۸ : ۱۶)

(جب تم قرآن پڑھو تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ چاہو) ۔

کشف (طہران) ۱۹۸ -

استعاذت (پناہ چاہنا) ، استخارہ (طلب) اور استعانت (مدد مانگنا) سب کے معنے اپنے امور خدا تعالیٰ کے سپرد کرکے نیکی چاہنا اور مختلف قسم کی آفات سے نجات طلب کرنا ہے ۔ صحابہؓ پیغمبرؐ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام ہم کو استخارہ کا حکم فرماتے تھے جیسا کہ قرآن مجید کا ۔ ۔ ۔ پس ہر ایک کام کے شروع میں استخارہ لازم ہے تاکہ اللہ تعالیٰ بندہ کے اس کام کو ہر خطا ، خلل اور آفت سے محفوظ رکھے ۔[۱]

نیت کے متعلق سید علی ہجویریؒ کی رائے ہے کہ : کام کی ابتدا میں بندہ کا قصد نیت کے قریب ہوتا ہے ۔ پھر اگر اس کام میں خلل ظاہر ہو تو بندہ معذور ہوتا ہے ۔ اس لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

نیت المؤمن خیر من عملہ

(مومن کی نیت اس کے کام سے بہتر ہے) ۔

ابتدائے عمل میں نیت کرنا بے نیت عمل کی ابتدا سے کہیں بہتر ہے ۔ اور نیت کاموں پر بڑا تصرف اور اختیار رکھتی ہے ۔[۲]

الغرض اسی طرح ساری کتاب میں یہ توصیہ کی گئی ہے کہ عمل صالح کے لیے خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنا نہ

---

۱ ۔ (ترجمہ کشف ، سلیانوف ، ص ۲)

۲ ۔ کشف (سلیانوف) ، ۸

صرف مفید ہے بلکہ لازمی ہے ۔ ان تعلیمات کو مختصر طور پر عام فہم زبان میں یہاں درج کر دیا گیا ہے ۔ گو اجمالی طور پر بھی تمام مباحث کا احصاء ممکن نہیں ہوا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱ ۔ **استعاذت** (پناہ چاہنا) ، **استخارہ** (طلب خیر) **اور استعانت** (مدد مانگنا) : اللہ جل جلالہ، نے اپنے پیغمبر ص اور ان کی امت کو فرمایا : جب تم قران پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو (قران مجید ۱۶ : ۹۸)[1] ۔

۲ ۔ **نیت** : پیغمبر ص نے فرمایا : مؤمن کی نیت اس کے کام سے بہتر ہے ۔ یعنی نیت کاموں پر بڑا اختیار رکھتی ہے ۔ (ص ۴)[2] ۔

مقصد حیات : پیغمبر ص نے فرمایا : ہر آدمی کو وہ کام آسان نظر آتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے ۔ (ص ۳) ۔

۳ ۔ **امداد ربانی** : مشایخ کے ایک گروہ نے کہا ہے : کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہوتا ہے تو اس کو قوت اور مدد جناب ربانی سے ملتی ہے ۔ اور پہلے کی بہ نسبت ترقی پاتا ہے ۔ (ص ۷)

۴ ۔ **ہمارا زمانہ** : خداوند عز و جل نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا کیا ہے جب لوگوں نے نفسانی خواہشوں کا نام شریعت رکھ

---

۱ ۔ پہلا عدد سورۂ قران مجید اور دوسرا عدد آیت کا ہے

۲ ۔ یہ کشف کے اردو ترجمہ ۱۳۲۲ کے حوالے ہیں ۔

دیا ۔ اور طلب جاہ و ریاست و تکبر کا نام عزت اور علم ۔ ریا کاری کو خوفِ خدا اور دل میں کینہ پوشیدہ رکھنے کا نام حلم مقرر کیا۔ لڑائی بھڑائی کا نام مناظرہ اور لڑاکی جہالت کا نام پند و نصیحت ۔ نفاق کو زہد سمجھا ۔ اور لالچ کا نام ارادت ۔ بکواس کو معرفت ۔ دل کے خیالات کو محبت کی باتیں جان لیا ۔ بیدینی کو فقر اور انکار شریعت کا نام صفائی اور زندیقی یعنی انکار آخرت کا نام فنافی اللہ اور پیغمبرؐ کی شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت رکھا ۔

یعنی ہم ایسے زمانے میں مبتلا ہوئے جس میں نہ تو آداب اسلام ہیں ، نہ آداب جاہلیہ اور نہ صاحبان مروت کے حکم ہیں ۔
(ص ۹)

۵ ۔ علم تصوف کی باتیں سرخ گندھک کی مانند نایاب ہیں ۔ کیونکہ وہ بڑی نادر چیز ہے ۔ جب مل جائے تو کیمیا ہوتی ہے ۔
(ص ۹)

۶ ۔ تصوف : علی ابن عثمان جلابی ہجویریؒ نے کہا : ہمارے اس زمانے میں تصوف کا علم حقیقت میں بودا ہوگیا ۔ خاص کر اس ولایت میں کہ لوگ نفسانی خواہشوں سے مغلوب ہوگئے ہیں ۔ اور رضا کی راہ سے منہ موڑ بیٹھے ہیں ۔ اور اس وقت کے عالموں اور مدعیوں نے اس کی طریقت کی صورت اصل کے بر خلاف بنا دی ہے ۔
(ص ۸)

۷ ۔ علم : اللہ تعالیٰ نے عالموں کی صفت میں فرمایا : خداوند

کے بندوں میں سے صرف عالم لوگ ہی اُس سے ڈرتے ہیں (قرآن مجید - ۳۵ : ۲۵) - رسول اللہ ؐ نے فرمایا : علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کا فریضہ ہے - اور یہ بھی کہ : علم حاصل کرو ، اگرچہ ملک چین میں ہو (ص : ۱۲) -

۸ - **بے فائدہ علم :** رسول ؐ نے بے فائدہ علم سے پناہ چاہی ہے اور فرمایا : جو علم فائدہ نہ دے میں اُس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں (ص ۱۳) -

۹ - **بے علم عابد :** رسول کریم ؐ نے فرمایا : بے علم عبادت کرنے والا خراس کے گدھے کی مانند ہے - (ص ۱۳) -

۱۰ - **علم اور عمل :** میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ عمل سے علم کو اچھا جانتے ہیں - اور ایک گروہ عمل کو علم سے بہتر جانتا ہے - حقیقت میں یہ دونوں عقیدے درست نہیں - کیونکہ بدون جاننے کے کام کرنا با ارادت نہیں ہوتا - - - اور جن لوگوں نے علم کو عمل پر فائق سمجھا یہ بھی محال ہے ، کیونکہ جو علم صرف بے عمل ہو وہ علم نہیں ہوتا - چنانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ، اُن میں سے ایک گروہ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا - گویا وہ جانتے ہی نہ ہوں (۲ : ۱۰۱) - (ص ۱۳) -

۱۱ - **اللہ کا علم :** طالب حق کے لیے لازم ہے کہ اچھی طرح سمجھ لے کہ جو کام مجھ سے ظہور پاتا ہے جناب پاک ایزدی کا

مشہود ہے یعنی اللہ دیکھ رہے ہیں ۔

حکایت : کہتے ہیں کہ بصرہ میں ایک رئیس تھا ۔ وہ اپنے باغ میں گیا ۔ وہاں اُس کے کاشتکار کی عورت حسین تھی ۔ یہ رئیس اُسے دیکھ کر مبتلا ہوا ۔ حیلہ سازی سے اُس نے کاشتکار کو کسی کام پر بھیجا ۔ اور عورت سے کہا کہ : دروازے بند کر دے ۔ عورت نے کہا کہ : میں نے اور دروازے تو بند کر دیے ہیں ، مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہیں ہو سکتا ۔ اُس نے پوچھا : وہ کون سا دروازہ ہے ؟ اُس نے جواب دیا : جو مشاہدے کا دروازہ ہمارے اور اللہ کے درمیان ہے ۔ تب وہ رئیس اپنے ارادے سے پریشان ہوا ۔ اور استغفار پڑھی ۔ (ص ۱۵) ۔

۱۲ ۔ چار علم : حاتم اصمؒ نے کہا ہے کہ : میں نے چار علم اختیار کیے اور دنیا کے باقی علموں کی ضرورت نہ رہی ۔ پوچھا گیا کہ وہ کون سے علم ہیں ؟ اُس نے جواب دیا کہ : پہلے میں نے جانا کہ میرا رزق مقسوم ہے ۔ جو میرے حصے میں ہو چکا ہے ۔ اس سے بڑھتا گھٹتا نہیں ۔ اور زیادہ کی تلاش سے میں آرام میں ہوا ۔

دوسرے میں نے جان لیا کہ مجھ پر خداوند تعالیٰ کا ایسا حق ہے جسے میرے سوا کوئی اور شخص ادا نہیں کر سکتا ۔ پھر میں اُس کے ادا کرنے میں مشغول ہوا ۔

تیسرے یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا ایک ایسا تلاش کرنے والا ہے یعنی موت ، جس سے مجھے بھاگنے کی طاقت نہیں ۔ تو میں نے اسے پہچان لیا ۔

چوتھے یہ کہ میرا ایک مالک ہے جو میرے ظاہر باطن کا واقف ہے مجھے اُس سے شرم آتی ہے اور میں نے برے کام چھوڑ دیے - جب بندہ جانتا ہے کہ خداوند تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے تو اُس سے ایسا کام نہیں ہو سکتا جو قیامت کے روز باعث شرم ہو - (ص ۱۵)

علم حقیقت کے تین رکن ہیں : (۱) ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کو جاننا کہ وہ موجود ہے اور ایک ہے اور اُس جیسا کوئی نہیں - (۲) دوسرا خدائے تعالیٰ کی صفات کو جاننا اور اُس کے احکام ماننا اور بجا لانا - (۳) تیسرا اُس کے فعلوں کو اور اُس کی حکمت کو جاننا (ص ۱۶) -

علم شریعت کے بھی تین رکن ہیں (۱) ایک کتابِ مجید (۲) دوسرا سنت (۳) تیسرا اماموں کا اتفاق جسے اجماع اُمت کہتے ہیں - (ص ۱۶)

۳ - **دلوں کا فساد :** علی بن بندار صیرفیؒ نے کیسا اچھا کہا ہے : دلوں کا فساد زمانے اور زمانے کے لوگوں کے فساد کے مطابق ہوتا ہے - (ص ۲)

۴ - **تین علم :** محمد بن فضل بلخیؒ کہتا ہے کہ علم تین ہیں : علم من اللہ - علم مع اللہ - علم باللہ -

علم باللہ معرفت الٰہی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء نے اللہ تعالیٰ کو اس سے جانا ہے -

علم من اللہ علم شریعت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے حکم اور فرض ہے۔

علم مع اللہ مقامات اولیاء اور طریق حق اور درجات اولیا کا علم ہے۔ (ص ۲۰)

۱۵ - **صحبت :** تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچے رہو :
(۱) غافل عالم (۲) چرب زبان خوشامد کار فقیر اور (۳) جاہل صوفی۔

۱۶ - **غافل عالم** وہ ہیں جو دل کو دنیا کی طرف متوجہ رکھتے ہیں ؛ شریعت سے آسان باتیں اختیار کرتے ہیں ، بادشاہوں اور ظالموں کی پرستش اختیار کرکے اُن کی درگاہ کو جائے طواف مقرر کرتے ہیں اور لوگوں میں رتبہ پانے کے لیے اپنی جائے نماز بناتے ہیں۔

۱۷ - **جاہل صوفی** اُسے کہتے ہیں جو پیر کی صحبت میں نہ رہا ہو اور نہ کسی بزرگ سے ادب پایا ہو۔ (ص ۲۲)

۱۸ - **خیرات :** (فی سبیل اللہ) اُن حاجتمندوں کو دینا چاہیئے جو راہِ خدائے تعالیٰ میں گھرے ہوئے ہوں۔ (اور) روئے زمین پر چل نہ سکتے ہوں۔ (یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے مصروف رہتے ہوں کہ کسی کے پاس جاکر سوال کرنے کی فرصت نہ پاتے ہوں۔ اور اُن کے فقر و فاقہ چھپانے سے) جاہل آدمی انہیں مال دار سمجھتا ہو۔ (۲ : ۲۷۳) (ص ۲۳)

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ایک مثل خدا نے بیان فرمائی ہے کہ (بندہ) ایک غلام ہے جو دوسرے کی ملک ہے (اور) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا - (۱۶ : ۷۷)

۱۹ - **مسکین** : اور رسول[ص] نے فقر اختیار فرمایا ہے (اور فرمایا ہے) اے خداوند تعالیٰ مجھے زندگی کی حالت میں مسکین رکھ اور موت کے وقت بھی مسکین اور روز قیامت مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھانا (ص ۲۴) -

۲۰ - **فقیر** وہ ہوتا ہے ، جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور کسی چیز کے ملنے سے اس کے خیال پاک میں کوئی خلل راہ نہ پائے نہ تو اسباب موجود ہونے سے غنی ہو اور نہ اسباب کے نابود ہونے سے محتاج ہو (ص ۲۵) -

۲۱ - **حرص و آرزو** : ایک درویش اور بادشاہ میں ملاقات کا اتفاق ہوا - بادشاہ نے کہا کہ مجھ سے کوئی درخواست کر -

درویش نے جواب دیا کہ : میں اپنے غلاموں کے غلام سے کچھ نہیں چاہتا -

بادشاہ نے پوچھا : یہ کیسے ؟

درویش نے کہا کہ : میرے دو غلام ہیں ، جو تیرے صاحب ہیں - ایک حرص دوسری آرزو (ص ۲۵) -

۲ - **غنی اور فقیر لوگ** : اے لوگو ! تم خداوند تعالیٰ کے

جناب میں محتاج ہو اور خدا وہ ہے جو بے پروا اور تعریف کیا گیا ہے (۳۵ : ۶) -

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم حاجتمند ہو (۴ : ۳۸) -

۲۳ ۔ **فقیر** : وہ نہیں ہوتا جس کا ہاتھ خرچ سے تنگ اور متاع سے خالی ہو - بلکہ فقیر وہ ہوتا ہے جس کی طبع مراد سے خالی ہو - (ص ۳۱)

شبلیؒ کہتے ہیں : فقیر وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی پروا نہ رکھے (ص ۳۱) -

۲۴ - **فقیر** : ابو الحسن نوریؒ کہتے ہیں : فقر کی تعریف یہ ہے کہ جب نہ پائے تو چپ رہے اور جب پائے تو دوسرے کو اپنی نسبت اچھا جانے اور خرچ کرے - اگر کسی کی مراد لقمہ ہو اور اس مراد کو حاصل نہ کر سکے تو چین سے رہے - اور جب وہ لقمہ مل جائے تو اس شخص کو دے دے جسے اپنے آپ سے اچھا جانتا ہے - یہ بڑا کام ہوتا ہے - (ص ۳۲)

۲۵ - **بندگانِ خدا** : اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو یہ سلام کہتے ہیں (۲۵ : ۶۳) -

۲۶ - **صوفی** : لوگوں نے تصوف کے نام میں بہت کلام کیا ہے اور کتابیں تصنیف کی ہیں -

ان میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ صوفی کو اس لیے صوفی

کہتے ہیں کہ وہ صوف یعنی پشم کے کپڑے پہنتا ہے -

اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ صوفی کو اس سبب سے صوفی کہتے ہیں کہ یہ گروہ صفِ اولین میں ہوگا -

اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اس لیے صوفی کہلاتے ہیں کہ انھوں نے اہلِ صفہ کی محبت اور کام اختیار کیے ہیں -

اور بعض کا قول ہے کہ یہ اسم صفا سے مشتق ہے -

اور ہر ایک کے لیے ان معنوں میں اس طریقت کی تحقیق کرنے میں بہت لطیفے ہیں - لیکن اقتضائے لغت ان معنوں سے دور ہے -
(ص ۳٦)

ع

۲۷ - راہِ حق : چونکہ ابوبکر صدیقؓ نے حضرت رسولؐ کو نگاہِ حقیقت سے دیکھا ہوا تھا اور خلقت کی طرف آپ کی نگاہ نہ تھی ، بلکہ دنیائے غدار سے دل خالی رکھتے تھے ، اسی لیے جو مال و اسباب اور غلام وغیرہ رکھتے تھے ، سب راہِ حق میں دے دیا - اور خود کنبل پہن لیا - جب رسولؐ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے - حضرتؐ نے پوچھا : کہ تو نے اپنے عیال کے واسطے کیا پیچھے چھوڑا ہے ؟

ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا : اللہ اور رسولؐ -

ایک تو خداوند تعالیٰ کی محبت ، دوسرے اُس کے رسولؐ کی متابعت - (ص ۳۸)

۲۸ - **صوفی** وہ ہے جو نہ تو کسی چیز کا مالک ہو، یعنی کوئی چیز اس کی قید میں نہ ہو اور نہ وہ کسی چیز کی قید میں ہو۔ (ص ۴۳) -

۲۹ - **تصوف** : ابو علی قزوینی[رح] کہتے ہیں کہ تصوف اخلاق پسندیدہ ہیں - اور پسندیدہ کام وہ ہوتا ہے کہ بندہ ہر حال میں خداوند تعالیٰ پر کفایت کرنے والا ہو - یعنی راضی برضا ہو -

ابوالحسن نوری[رح] کہتے ہیں کہ تصوف میں بندہ نفسانی خواہشوں کی قید سے آزاد ہوا -

ابو الحسن قویوشنجہ[رح] فرماتے ہیں : تصوف آج صرف نام ہے بے حقیقت ، اور اس سے پہلے حقیقت تھی بے نام - یعنی اصحاب کرام کے وقت میں تصوف کا نام نہیں تھا اور معنی اس کے سب میں موجود تھے۔ اب نام رہ گیا ہے اور معنی یعنی اصل نہیں - (ص ۴۹)

۳۰ - **لباس** : صوفی لوگوں کا ظاہری لباس گدڑی ہے اور گدڑی پہننا سنت ہے ، کیونکہ رسول کریم[ص] نے فرمایا ہے : گدڑی پوشی تمہارے لیے لازم ہے تاکہ اپنے دلوں میں ایمان کی لذت پاؤ اور صحابہ کرام[رض] میں سے ایک نے کہا ہے کہ نبی کریم[ص] پشم پہنتے اور گدھے کو مشرف بہ سواری فرماتے - (ص ۵۰)

حضرت رسول[ص] نے عائشہ[رض] سے فرمایا : کپڑے کو ضایع نہ کرو جب تک اس کو پیوند نہ لگاؤ - (ص ۵۰)

عمر خطابؓ سے روایت ہے کہ وہ ایسی گدڑی پہنتے جس پر تیس چیتھڑے لگے ہوتے تھے اور فرماتے تھے : اچھا کپڑا وہ ہے جس کی قیمت کم ہو ۔ (ص ۵۰)

کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیؓ ایسا پیراہن رکھتے تھے جس کی آستینیں انگلیوں کے برابر تھیں ۔ اگر کبھی دراز آستین پہنتے تو آستین کے سرے پھاڑ دیتے ۔ (ص ۵۰)

اور رسول اللہؐ کو خدائے عز و جل نے حکم دیا کہ کپڑا چھوٹا کرو ۔ جیسا کہ فرمایا : اپنے کپڑے کو پاک کر یعنی زواید سے کم کر ۔ (۷۴ : ۴) (ص ۵۰)

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے صاحبان بدر سے ستر آدمی دیکھے ۔ سب نے پشم کے کپڑے پہنے ہوئے تھے ۔

حسن بصری یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے سلمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے گدڑی پہنی ہوئی تھی جس پر پیوند لگے ہوئے تھے ۔ (ص ۵۰)

ایک گروہ نے لباس کے ہونے یا نہ ہونے میں تکلف نہیں کیا ۔ اگر خداوند تعالیٰ نے انہیں گدڑی دی تو پہن لی اور اگر قبا دی تو بھی پہن لی ۔ اور ننگا رکھا تو ننگے بھی رہے ۔ (ص ۵۷)

۳۱ ۔ توبہ : اے وہ لوگو ! جو ایمان لائے ہو ۔ جناب اللہ تعالیٰ میں توبہ کرو خالص توبہ (۶۶ : ۸)۔ (ص ۳۳۰)

اے مومنو! سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو شاید تم نجات پاؤ - (ص ۳۳۰)

رسول اللہ[ص] نے فرمایا: تایب جوان سے اور کوئی چیز جناب ربانی میں زیادہ پسند نہیں - (ص ۳۳۰)

رسول اللہ[ص] نے یہ بھی فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا - (ص ۳۳۰)

پیغمبر[ص] نے فرمایا: گناہ پر نادم ہونا توبہ ہے - یہ ایسا قول ہے - کہ اس میں توبہ کی سب شرطیں امانت ہیں - اس لیے کہ توبہ کی شرط مخالفت پر تاسف ہے - دوسرا ترک کی حالت میں ذات ہونا - تیسرا ارادہ کرنا کہ پھر ایسے نہیں کروں گا - یہ تینوں شرایط ندامت میں پائی جاتی ہیں - (ص ۳۳۱)

پیغمبر[ص] نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز ستر مرتبہ معافی مانگتا ہوں - (ص ۳۳۴)

ابو الحسن بوسنجہ[رح] نے کہا ہے: جب تو گناہ کو یاد کرے اور اس کے یاد کرنے سے دل میں لذت نہ پائے تو وہ توبہ ہوتی ہے (ص ۳۳۶)

۳۲ - نماز: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو - (۲ : ۱۱۰) - (ص ۳۳۷)

نماز کے معنی لغت کی رو سے ذکر اور طاعت ہے - اور حق

تعالیٰ کا حکم ہے کہ پانچ نمازیں پانچ وقت ادا کرو ۔ اور اس میں داخل ہونے سے پہلے اس کی شرائط ہیں :

پہلی : ان میں سے طہارت ظاہری نجات سے اور طہارت باطنی شہوت سے ۔

دوسری : نجاست سے پاک کپڑا اور باطن میں حرمت سے ۔

تیسری : جگہ کا ظاہر میں حادثات اور آفت سے پاک ہونا اور فساد اور گناہ سے باطن میں ۔

چوتھی : رو بقبلہ ہونا ۔ قبلۂ ظاہر کعبہ شریفہ اور قبلۂ باطن عرش اور قبلۂ سر مشاہدۂ مقصود ۔

پانچویں : قیام ظاہر میں بحالت توفیق اور قیام باطن قربت کے باغ میں ۔

چھٹی : جناب حق میں خلوص نیت سے متوجہ ہونا ۔

ساتویں : تکبیر ہیبت اور فنا کے مقام میں کہنا اور محل وصل میں قرابت ، آہستگی اور عزت سے قائم ہونا ، اور رکوع با خشوع اور سجدہ فروتنی سے ادا کرنا اور تشہد جمعیت سے اور سلام فنا کی صفت سے بجا لانا ۔ (ص ۳۳۷)

سہل بن عبداللہ نے کہا ہے : صادق وہ ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس پر فرشتہ مقرر کیا ہو کہ جب نماز کا وقت آئے بندہ کو نماز ادا کرنے پر اٹھائے ۔ اور اگر سویا ہو تو اسے بیدار کردے ۔

اور یہ علامت سہل بن عبداللہ میں ظاہر تھی - اس لیے کہ وہ زمانہ کا پیر ہوا ہے - جب نماز کا وقت ہوتا تو تندرست ہو جاتا اور جب نماز ادا کر لیتا تب وہیں رہ جاتا (ص ۳۴۰) -

۴۳ - اوراد : جنیدؓ جب بوڑھے ہوئے تو جوانی کے اوراد میں سے کوئی ورد نہ چھوڑا - لوگوں نے کہا : اے شیخ ! اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں - بعض نفل چھوڑ دو - اس نے جواب دیا : کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی برکت سے ابتدا میں میں نے سب کچھ حاصل کیا - یہ محال ہے کہ انتہا میں انہیں چھوڑ دوں - (ص ۳۴۱)

۴۴ - قرأت : ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جب رات کو نماز پڑھتے تو قرأت نرم آواز سے کرتے - اور عمر خطابؓ بلند آواز سے پڑھتے - پیغمبرؐ نے پوچھا : اے ابوبکر ! آہستہ کیوں پڑھتے ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا : جو میں کہتا ہوں وہ سنتا ہے - خواہ میں آہستہ کہوں یا بلند - اور عمرؓ سے پوچھا - آپ بلند کیوں پڑھتے ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا : میں سوئے ہوؤں کو جگاتا ہوں ، اور شیطان کو رد کرتا ہوں - رسول اللہؐ نے فرمایا : اے ابوبکر ! آپ زیادہ بلند پڑھیں اور اے عمر ! آپ ذرا نرم پڑھیں -

۴۵ - دین : خداوند عز و جل نے فرمایا : اے ایمان دار لوگو ! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے ، پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کرے جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں (۵ : ۵۴) (ص ۳۴۲) -

۳۶ - ولی اللہ : پیغمبر ؐ نے فرمایا کہ میں نے جبرائیل سے سنا۔ اُس نے کہا خداوند عز و جل نے فرمایا ہے : جس نے میرے ولی کی اہانت کی پس اُس نے مجھ سے لڑائی کرنے کی جسارت کی ۔ اور میں کسں چیز میں تردد نہیں کرتا جیسا کہ میں بندہ مومن کی جان قبض کرنے میں تردد کرتا ہوں ۔ وہ موت کو مکروہ جانتا ہے ۔ اور میں اس سے بدی ہونے کو مکروہ جانتا ہوں ۔ حالانکہ وہ (موت) اُس کے لیے لابدی ہے ۔ اور ادائے فرض سے کوئی چیز زیادہ پیاری نہیں جو میرے بندے کو میرے نزدیک کرے ۔ اور ہمیشہ بندہ ادائے نوافل سے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ میں اس کو عزیز رکھتا ہوں اور جب میں اُسے پیار کرتا ہوں تو میں اُس کے کان ، آنکھ ، ہاتھ اور مددگار ہو جاتا ہوں ؑ (ص ۳۴۳) ۔

۳۷ - زکوٰۃ : اللہ جل جلالہ، نے فرمایا ہے : نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو (۳۷ : ۲۰) ۔ احکام ایمان سے ایک زکوٰۃ ہے ۔ جس شخص کو توفیق ادائے زکوٰۃ ہو یعنی صاحب نصاب ہو اُس کو زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے ۔ لیکن زکوٰۃ پورا صاحب نصاب ہونے سے ہی واجب ہوتی ہے جیسا کہ دو سو درم چاندی کہ نعمت کامل ہے ، جس شخص کے تحت تصرف اور ملک میں پورا سال رہے تو اس پر ان میں سے پانچ درم فی سبیل اللہ دنیا واجب ہوتا ہے ۔ اور پانچ اونٹ بھی نعمت کامل ہے اُن کی بابت ایک بکری واجب ہوتی ہے ۔ اور علی ھذا القیاس ۔

۳۸ - **رتبے کی زکوٰۃ :** لیکن رتبے کے لیے بھی زکوٰۃ ہوتی ہے جیسے کہ مال پر زکواۃ ہوتی ہے - اس لیے کہ وہ بھی ایک نعمت کامل ہے -

۳۹ - **گھر کی زکوٰۃ :** ہر شے کے واسطے زکوٰۃ ہے اور گھر کی زکواۃ مہانداری ہے - اصل میں زکوٰۃ ادائے شکر نعمت ہے - جو اسی نعمت کی جنس سے ہو -

۴۰ - **اعضا کی زکوٰۃ :** تندرستی خداوند جل جلالہ' کے انعام عام کی ایک بڑی نعمت ہے - اور ہر ایک عضو پر زکوٰۃ ہے - اور وہ اس طرح پر ہے کہ اپنے سب اعضا کو عبادت الٰہی میں مشغول رکھیں - اور کھیل تماشے میں ضایع نہ کریں - تاکہ زکوٰۃ نعمت کا حق ادا ہو -

۴۱ - **زکوٰۃ کی مقدار :** ایک ظاہری عالم نے امتحاناً شیخ شبلی[رح] سے پوچھا : کہ زکوٰۃ کیسے دینا چاہیئے - اس نے جواب دیا : جب بندے میں بخل موجود ہو اور مال جمع ہو تو دو سو درم چاندی سے پانچ درم دینا چاہیئے ، اور بیس دینار سونے سے آدھا دینار - مگر یہ تیسرے مذہب کا مسئلہ ہے - ورنہ میرے مذہب میں تو کوئی چیز ملک میں رکھنی نہ چاہیے ، تاکہ زکوٰۃ کے شغل سے بچ رہے -

اس نے کہا کہ اس مسئلے میں تیسرا امام کون ہے ؟

اس نے جواب دیا : ابوبکر صدیق[رض] - کیونکہ جو کچھ آپ

کے پاس موجود تھا سب دے دیا ۔ اور رسول اللہ[ص] نے اُن سے فرمایا :
آپ نے اپنے بال بچوں کے واسطے کیا پیچھے رہنے دیا ؟

اُنھوں نے جواب دیا : اللہ اور رسول[ص] (ص ۳۶۴) ۔

۴۴ ۔ **سخاوت :** پیغمبر[ص] نے فرمایا : سخی بہشت سے قریب ہے
اور دوزخ سے دور ۔ اور بخیل دوزخ سے قریب ہے اور بہشت سے
دور ۔ (ص ۳۶۶) ۔

نیشاپور میں ایک سوداگر تھا ۔ وہ ہر روز شیخ ابو سعید کی
مجلس میں حاضر ہوتا ۔ ایک روز شیخ سے کسی درویش نے سوال کیا ۔
اس سوداگر کے پاس ایک دینار تھا ۔ اور ایک زر کا ریزہ ۔ پہلے
اُس کے دل میں خیال آیا کہ دینار دینا چاہئے ۔ دوسری دفعہ اُس کے
دل میں آئی کہ ریزۂ زر دینا کافی ہے ۔ پھر اُس نے ریزۂ زر دے
دیا ۔ جب شیخ سے بات چیت شروع ہوئی تو اُس نے شیخ سے پوچھا :
کہ حق تعالیٰ سے تنازع کرنا جائز ہوتا ہے ؟ شیخ نے کہا : تو
نے حق تعالیٰ سے تنازع کیا ہے ، کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ
دینار دے دو اور تو نے ریزۂ زر دیا (ص ۳۶۷) ۔

عبداللہ بن جعفر ایک گروہ کی چراگاہ میں پہنچے ۔ اُنھوں نے
ایک حبشی غلام کو دیکھا کہ بکریوں کی رکھوالی کر رہا تھا ۔
ایک کتا آ کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا ۔ غلام نے ایک روٹی نکالی
اور کتے کے آگے ڈال دی ۔ پھر دوسری پھر تیسری روٹی بھی ڈالی ۔

عبداللہ اُس کے پاس گیا اور پوچھا : اے غلام ! تیرا ہر روز کا کھانا کتنا ہوتا ہے ؟ اُس نے جواب دیا : یہ جو آپ نے دیکھا ہے ۔ اُنہوں نے پھر پوچھا : تو نے سب کا سب کتے کو کیوں دے دیا ؟ اُس نے کہا : یہاں کتے نہیں رہتے ۔ اور یہ کسی دور مکان سے یہاں آیا ہے ۔ مجھے یہ پسند نہ آیا کہ اس کی محنت ضایع کروں ۔

عبداللہ کو اُس کی بات پسند آئی ۔ اُنہوں نے وہ غلام ، بکریاں اور چراگاہ خریدی ۔ غلام کو آزاد کر دیا اور کہا : یہ بکریاں اور چراگاہ میں نے تجھے بخش دی ۔ غلام نے اُن کو دعا دی ۔ بکریاں صدقہ کر دیں اور چراگاہ وقف کر دی ۔ پھر وہاں سے چل دیا ۔

"ابو سہل صُعلُوکی کبھی کسی درویش کے ہاتھ میں صدقہ نہ دیتے ۔ اور جو بخشش کرتے کسی کو ہاتھ میں نہ دیتے زمین پر رکھ چھوڑتے تاکہ محتاج خود اُٹھا لے ۔ لوگوں نے سبب پوچھا ۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ دنیا کی وہ قیمت نہیں جو کسی مسلمان کی بے ہاتھ میں دیا جائے تو میرا ہاتھ اونچا اور محتاج کا ہاتھ نیچا ہوگا ۔"
(ص ۳۶۹)

احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ جب تک ابراہیم علیہ السلام کے پاس کوئی مہمان نہ آتا کھانا نہ کھاتے ۔ ایک مرتبہ تین روز تک کوئی مہمان نہ آیا ۔ اتفاقاً ایک کافر آپ کے دروازے سے گذرا ۔ اُس سے پوچھا : کہ تو کون ہے ؟ اُس نے جواب دیا : کہ کافر ہوں ۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا : کہ چلا جا تو میری مہمانی اور دعوت کے لایق نہیں - اسی وقت حق تعالیٰ سے آن کو عتاب ہوا کہ جس کو میں نے ستر سال پالا تو نے ایک روٹی اسے نہ دی - (ص ۳۶۷) -

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ ایک آدمی سید عالم ص کی خدمت مبارک میں آیا - حضرت نے ایک دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی جو بکریوں سے پر تھی اسے بخش دی - جب وہ اپنی قوم کے پاس گیا تو اس نے کہا : کہ اے قوم ! مسلمان ہو جاؤ کہ محمد ص اس قدر بخشش کرتے ہیں کہ اپنے درویش ہونے سے نہیں ڈرتے -

اور انس رض روایت کرتے ہیں کہ ایک وقت حضرت سید عالم ص کی خدمت میں اسی ہزار درم پیش کیے گئے - حضرت ص نے ان سب کو گدی پر گرا دیا - اور وہاں سے تب اٹھے جب سب بانٹ دیے- حضرت علی کرم اللہ وجہ کہتے ہیں کہ میں نے نگاہ کی اس وقت حضرت ص نے بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا (ص ۳۶۹) -

۴۴ - **روزہ** : اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے ایماندار لوگو ! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے - (۲ : ۱۷۹) پیغمبر ص نے فرمایا ہے کہ جبرئیل ع نے مجھے خبر دی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا : روزہ میرے لیے ہے - اور میں اس کی اچھی جزا دوں گا (ص ۳۷۰) -

رسول اللہ ص نے فرمایا ہے : جب تو روزہ رکھے تو چاہیے کہ اپنے کان اور آنکھ اور زبان اور ہر عضو کو منہیات سے بند رکھے (ص ۳۷۰) -

بھوک : خداوند عز و جل نے فرمایا : البتہ کچھ خوف بھوک اور نقصانِ مال ، جان اور میوہ جات سے ہم ضرور تمھاری آزمایش کرتے ہیں ، (۲ : ۱۵۵) -

پیغامبرؐ نے فرمایا : بھوکا پیٹ جناب ربانی میں ستر عابد عقلمندوں سے زیادہ پیارا ہے (ص ۳۷۵) -

۴۴ - **بھوک** : صدیقوں کی خوراک ہے ، مریدوں کا راستہ اور شیطان کی قید (ص ۳۷۵) -

روح عقل کی مدد کرتی ہے اور نفس خواہش کی امداد کرتا ہے - جس قدر طبیعتوں کی غذاؤں سے زیادہ پرورش ہوتی ہے نفس زیادہ قوی ہوتا ہے اور خواہش زیادہ بڑھتی ہے - اور اعضاء میں اُس کا غلبہ زیادہ پھیل جاتا ہے - جب غذاؤں کا طالب گُار نفس کو ترک کرے ، خواہش زیادہ ضعیف ہوتی ہے اور عقل کی طاقت بڑھتی ہے اور نفس کی قوت رگوں سے ٹوٹ جاتی ہے (ص ۳۷۶) -

۴۵ - حج : خداوند جل جلالہ ، نے فرمایا : بندوں پر خالصاً بوجہ اللہ خانۂ کعبہ کا حج کرنا لازم ہے - اُس شخص کے لیے جو راستہ طے کرنے کی طاقت رکھتا ہو (۳ : ۹۷) ، (۳۷۷) -

۴۶ - **مشاہدہ** : ذوالنونؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں مصر میں جا رہا تھا - میں نے دیکھا کہ لوگ ایک جوان کو پتھر مار رہے ہیں - میں نے پوچھا : اس سے کیا فایدہ ہے ؟ لوگوں نے کہا : یہ

دیوانہ ہے - میں نے پوچھا : کہ اس میں جنوں کی کیا علامت ہے؟ آنھوں نے کہا : یہ کہتا ہے میں خدا کو دیکھتا ہوں - میں نے کہا : اے جوان مرد ! یہ تو کہتا ہے یا تیری بجائے اور لوگ کہتے ہیں ؟ اس نے کہا : ہاں میں کہتا ہوں ، کیونکہ اگر میں ایک لحظہ حق کو نہ دیکھوں تو حجاب میں رہتا ہوں اور اطاعت چھوڑ دیتا ہوں - (ص ۳۸۶) -

۷۴ - **آداب صحبت :** اللہ تعالٰی فرماتا ہے : اے ایماندار لوگو ! اپنی جانوں اور گھر کے لوگوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ (۶۶ : ۶)-

اور رسول[ص] نے فرمایا : آداب کی خوبی ایمان سے ہے - میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور خوب تادیب کی - (ص ۳۸۸)

صحیح خبروں میں ہے کہ ایک روز پیغمبر[ص] مربع یعنی چوکڑی مار کے بیٹھے تھے - جبرئیل[ع] آئے اور کہا : اے محمد[ص] ! آپ بندہ ہیں - خداوند تعالٰی کے حضور میں بندوں کی نشست بیٹھیں -

حارث محاسبی نے چالیس سال دیوار سے تکیہ نہ لگایا اور دو زانو بیٹھے رہے - لوگوں نے آن سے پوچھا کہ آپ ایسی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں ؟ آنھوں نے جواب دیا : مجھے شرم آتی ہے کہ مشاہدۂ حضور حق میں بندوں کی طرح نہ بیٹھوں -

ابو یزید[رح] سے لوگوں نے پوچھا : آپ نے جو حاصل کیا وہ کس چیز سے حاصل کیا ؟

آنھوں نے جواب دیا : حق تعالٰی سے نیک صحبت اور با ادب رہنے سے میرا ظاہر باطن یکساں رہا - (ص ۳۹۰) -

رسول کریم[ص] نے فرمایا : حفظ ادب سے بہت بھائی بناؤ - اور آن سے معاملہ نیک کرو ، کہ خداوند تعالٰی شرم کرنے والا ، زندہ

اور کریم ہے - اپنی شرم اور کرم کے باعث بندہ کو اس کے بھائیوں کے درمیان روز قیامت عذاب نہیں دے گا (ص ۳۹۱) -

مالک بن دینار نے اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ سے کہا : جس بھائی یا دوست کی صحبت سے تجھے دین کا فائدہ نہ ہو ، اس جہاں میں اس کے پاس مت بیٹھ - اس شخص کی صحبت تم پر حرام ہے - (ص ۳۹۱)

۴۸ - خواندگی کی تعلیم : پیغمبر[ص] نے فرمایا ہے : کمال پرہیزگاری نا خواندہ کو پڑھانا ہے - (ص ۳۹۲)

۴۹ صحبت صالح : ایک مرد کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا اور کہتا تھا : بار خدایا ! میرے بھائیوں کو نیک کر - اس سے لوگوں نے پوچھا : جب تو اس مقام شریف میں پہنچا ہے اپنے واسطے کس لیے کوئی دعا کیوں نہیں کرتا ، اور اپنے بھائیوں کے لیے کیوں دعا کرتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : میرے کئی بھائی ہیں - جب ان کے پاس جاؤں گا اور ان کو صلاحیت میں دیکھوں گا تو ان کی اصلاح سے صالح ہو جاؤں گا - اگر انہیں فساد میں پاؤں گا تو ان کے فساد سے مفسد ہو جاؤں گا - جب صحبت صالحان میرا وطیرہ ہو جائے گا تو میں بھی صلاحیت اختیار کروں گا - اس لیے میں اپنے بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہوں - تاکہ ان سے میرا مقصد حاصل ہو جائے - (ص ۳۹۳)

۵ - صحبت مفید ہے : مرید کے لیے صحبت بہت اچھی چیز

ہے ۔ البتہ حق صحبت کا پاس ضروری ہے ۔ اس لیے کہ اکیلا رہنا مرید کو ہلاک کر دیتا ہے ۔ پیغمبر ؐ نے فرمایا ہے : جو اکیلا ہوتا ہے شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اور دو آدمیوں سے بہت دور ہوتا ہے ۔ اور خداوند تعالیٰ عز و جل نے فرمایا ہے : جو تین آدمی باہم ذاتی بات (خفیہ مشورہ) کرتے ہیں اُن کے ساتھ چوتھا خداوند تعالیٰ ہوتا ہے (۵۸ : ۷) ۔ پس مرید کے حق میں کوئی آفت تنہا رہنے کے برابر نہیں (ص ۴۹۳) ۔

۵۲ ۔ **آداب صحبت** : ایک درویش کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں کوفہ سے مکہ کے ارادہ سے گیا ۔ ابراہیم خواص[7] مجھے راستے میں ملے ۔ اور میں ان سے صحبت کا خواہاں ہوا ۔ اُنھوں نے جواب دیا : صحبت کے واسطے امیری اور فرمانبرداری لازم ہے ۔ تو کیا چاہتا ہے کہ میں امیر بنوں یا فرمانبردار ؟ درویش نے کہا : آپ امیر بنیں ۔ اُنھوں (ابراہیم خواص) نے کہا : اب تو میرا فرمانبردار ہوا ۔ اب میرے حکم سے باہر نہ جانا ۔ درویش نے مان لیا ۔ جب منزل پر پہنچے تو اُنھوں نے درویش سے کہا : بیٹھ جاؤ درویش کہتا ہے : میں نے ایسا ہی کیا ۔ اُنھوں نے کنوئیں سے پانی نکالا ۔ وہ ٹھنڈا تھا ۔ پھر اُنھوں نے لکڑیاں جمع کیں ۔ اور ان سے آگ جلائی ۔ مجھے گرم کیا ۔ جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا تو وہ مجھے کہتے: بیٹھ جاؤ ۔ اور شرط حکم بجا لاؤ ۔

جب رات ہوئی ۔ بڑی بارش ہونے لگی ۔ انھوں نے دامن اٹھا

کر گودڑی مجھے اڑھا دی اور صبح تک میرے سر پر کھڑے رہے۔ مجھے شرم آتی تھی لیکن شرط کے سبب کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

جب صبح ہوئی میں نے کہا: اے شیخ! آج میں امیر بنتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اچھا۔ جب ہم منزل پر پہنچے انھوں نے پھر وہی خدمت اختیار کی۔ میں نے کہا: اب میرا حکم مانیں۔ انہوں نے کہا: نافرمان وہ ہوتا ہے جو امیر کو اپنی خدمت کے لیے کہے۔ مکہ شریفہ تک اسی طرح میرے ساتھ صحبت کی۔

جب ہم مکہ شریفہ تک پہنچے تو میں شرم کے سبب ان سے بھاگ گیا۔ منا میں انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا: اے بیٹا! تیرے لیے لازم ہے کہ درویشوں سے اس طرح صحبت کر جیسے میں نے تیرے ساتھ کی ہے (ص ۳۹۶)۔

۵۲ ۔ **اقسام آداب**: شیخ ابو نصر سراج صاحب لمع نے اپنی کتاب **بیان ادب** میں اچھا فرق بتایا ہے اور کہا ہے: آدمی تین قسم کے آداب میں ہیں۔ ایک اہل دنیا کہ ان کے نزدیک ادب، فصاحت، بلاغت، حفظ علوم، بادشاہوں کے اذکار اور عرب کے شعر ہیں۔ دوسرے اہل دین کہ ان کے نزدیک ادب نفس کی ریاضت، اعضا کا مؤدب رکھنا، حدود کی نگہبانی، اور شہوتوں کا ترک ہے۔ تیسرے اہل خصوصیت کہ ان کے نزدیک ادب دل کا پاک کرنا، سر کی رعایت، عہد کا پورا کرنا، وقت کی حفاظت، پراگندہ خیالات

کی طرف کم دیکھنا ، طلب ، حضور اور مقام قرب کے وقت نیکو کرداری کا ثبوت دینا ہے (ص ۳۹۷) ۔

۵۳ - نیند : مشائخ[رح] کا سفر اور اقامت میں نیند کے متعلق بہت اختلاف ہے ۔ ایک گروہ کے نزدیک مرید کا سونا مسلم نہیں ۔ مگر جب نیند غلبہ کرے تو مضایقہ نہیں ۔ کیونکہ نیند کو ہٹا نہیں سکتے ۔ اس لیے پیغمبر[ص] نے فرمایا ہے : نیند موت کا بھائی ہے ۔ پس زندگی نعمت خداوندی ہے اور موت بلا ہے اور نعمت یقیناً بلا سے اشرف ہوتی ہے (ص ۴۰۸) ۔

۵۴ - مہمانداری : جب کوئی درویش اقامت اختیار کرے اور سفر میں نہ ہو تو شرط ادب یہ ہے کہ جب کوئی مسافر اس کے پاس آئے تعظیم کے لیے خوش ہو کر اس کا استقبال کرے اور بڑی عزت سے پیش آئے اور اُس سے ایسا سلوک کرے جیسا کہ ابراہیم[ع] نے کیا ۔ اور جو موجود ہو بلا تکلف اُن کے آگے حاضر کرے ، جیسا کہ خداوند عز و جل نے فرمایا ہے : پھر اپنے گھر جا کر جلدی سے ایک موٹا تازہ بچھڑا کباب کیا ہوا لے آئے (۵۱ : ۲۶) ۔ اور نہ پوچھے کہ تو کس طرف سے آیا ہے ، یا کہاں رہتا ہے یا تیرا نام کیا ہے ؟ کیونکہ اس میں ادب نہیں رہتا ۔ پس اُن کا آنا حق کی طرف سے سمجھے اور اُن کا جانا بھی حق کی جانب سے جانے ۔ اور اُن کا نام بندۂ حق خیال کرے (ص ۳۹۸) ۔

(مہمانداری کے لیے حضرت داتا گنج بخش[رح] نے بہت سی تفصیلی

ہدایات دی ہیں جو کشف المحجوب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں) ۔

۵۵ - شرائط مہانداری : اگر کوئی درویش پاؤں پھیلائے اور چند روز صحبت رکھے اور دنیاوی ضرورت ظاہر کرے تو مقیم کو اُس کی ضرورت رفع کرنا ضروری ہے ۔ اور اگر یہ مسافر مدعی بلا ہمت ہو تو مقیم کو نہ چاہئیے کہ کمزوری دکھائے اور اُس کی محال باتوں کو بھی مان لے ۔ کیونکہ یہ طریق آزادوں کا نہیں ۔ اُسے تو اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے بازار میں جانا چاہئیے۔ یا بادشاہوں کے حضور میں سپاہگری کرنے کے لیے ۔ اُسے آزادوں کی صحبت سے کیا کام !

کہتے ہیں کہ جنیدؒ اپنے اصحاب[7] کے ساتھ ریاضت کے واسطے بیٹھے تھے کہ ایک مسافر آیا ۔ اس کی مہانداری میں انہوں نے تکلف کیا ۔ اور کھانا پیش کیا ۔ اُس نے کہا : مجھے علاوہ برین فلاں چیز درکار ہے ۔ جنید نے کہا : تمہیں بازار میں جانا چاہئیے ۔کیونکہ تو بازاری آدمی ہے ۔ صاحب مسجد اور حجرہ نہیں ۔ (ص ۴۰۰)

ایک دفعہ میں نے دمشق میں دو درویشوں کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کا قصد کیا ۔ جو رملہ کے ایک گاؤں میں رہتا تھا ۔ ہم نے راستے میں ایک دوسرے سے کہا : ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جی کی مراد سوچنا چاہیئے ، تاکہ وہ پیر ہم کو ہمارے راز باطن کی خبر دے ، اور ہماری مراد پوری ہو ۔

میں نے کہا : مجھے اُس سے اشعار مناجات ابن حسین (منصور حلاج) سننا ہے ۔

دوسرے نے کہا : مجھے دعا چاہیے تا میری طحال (تاپ تلی) اچھی ہو جائے ۔

تیسرے نے کہا : مجھے حلوۂ صابونی چاہیئے ۔

جب ہم اُس کے پاس پہنچے تو اُس نے ایک جزو جس میں اشعار مناجات حسین لکھے ہوئے تھے میرے آگے رکھ دی ۔

پھر اُس درویش کی طحال پر ہاتھ پھیرا اور وہ جاتی رہی ۔
تیسرے سے کہا : حلوۂ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے ۔ اور تونے اولیاء کا لباس پہنا ہوا ہے ۔ اولیاء کا لباس سپاہیوں کے مطالبے کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتا ۔ دونوں باتوں میں سے ایک اختیار کر (ص ۳۰۰) ۔

۵٦ ۔ اللہ بس ہے : ایک دفعہ میں ملک عراق میں دنیا کی طلب اور خرچ میں جسارت کر رہا تھا ۔ حتیٰ کہ قرض بہت ہو گیا۔ جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی وہ میری طرف متوجہ ہوتا ۔ اور میں اُن کی خواہشات پورا کرنے کے رنج سے تھک گیا ۔ سادات میں سے ایک سید نے مجھے لکھا : بیٹا ! دیکھ اپنے دل کو خدا تعالیٰ نہ ہٹانا ، اُس دل کی فراغت کے لیے جو اپنی خواہشات میں مشغول ہو ۔ پس اگر کوئی دل اپنے سے زیادہ عزیز پاؤ تو جائز ہے

کہ اُس دل کو فراغت بہم پہنچانے میں اپنے دل کو مصروف کرو ۔ لہٰذا تمہیں یہ کام چھوڑ دینا چاہیئے ۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے بندوں کو خدا کافی ہوتا ہے (ص ۱۰۳) ۔

۵۷ ۔ **آداب سفر :** جب کوئی درویش سفر اختیار کرے اور اقامت چھوڑ دے تو اُس کے واسطے (۱) پہلی شرط ادب یہ ہے کہ وہ خدا کے واسطے سفر کرے نہ کہ متابعت خواہش کے لیے ۔ چنانچہ ظاہر میں سفر اختیار کرے لیکن باطن سے نفسانی خواہش دور کرے ۔ (۲) ہمیشہ با طہارت رہے اور (۳) اپنے اوراد کو ضایع نہ کرے (۴) اور چاہیئے کہ اس سفر سے اُس کی مراد حج کرنا ہو ، یا غزو یا کسی گاؤں کو دیکھنا یا کوئی فائدہ حاصل کرنا ، یا طلب علم یا زیارت شیخ و بزرگ و تربت ۔ ورنہ وہ خطا کار ہوگا ۔ (۵) سفر میں مرقع (گودڑی) ، مصلیٰ ، رکوہ (مشکیزہ) ، جوتے ، رسی ، اور عصا لازمی چیزیں ہیں ، تاکہ وہ گودڑی سے ستر عورت کرے ، مصلے پر نماز پڑھے ، کوزہ سے طہارت کرے ، طہارت کے وقت جوتا پہنے ۔ تاکہ مصلے تک پہنچ سکے ، عصا سے اپنے آپ کو آفتوں سے محفوظ کرے اور دیگر کام لے ۔ اگر کوئی اس سے زیادہ آلات رکھے تاکہ سنت کامل ادا ہو ، مثلاً کنگھی ، ناخن گیر ، سوئی ، سرمہ دانی اور مسواک تو یہ بھی جایز ہے ۔ پھر اگر کوئی اس سے زیادہ آلات بنائے اور اپنی آرائش کرے پھر ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ وہ کس مقام یا حالت میں ہے ۔ (ص ۳۰۲)

میں نے شیخ ابو الفارس بن غالب فارسی[7] سے سنا کہ ایک روز میں شیخ ابو سعید بن ابو الخیر فضل اللہ بن محمد[8] کے پاس گیا - تاکہ اُس کی زیارت کروں - میں نے دیکھا کہ وہ تخت پر چار تکیے رکھ کر سویا ہوا ہے اور پاؤں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے ہے - مصری چادر اوڑھی ہوئی ہے - اور میرا لباس ایسا تھا جو غلاظت سے بیل کے چمڑے کی مثل تھا - تن رنج سے گداز اور ریاضت سے رنگ زرد تھا - اُس کی دنیاوی وجاہت دیکھنے سے میرے دل نے اُس سے ملنے سے انکار کیا - میں نے اپنے جی میں کہا : میں درویش ہوں اور یہ بھی درویش ہے - یہ اس قدر آرام میں ہے اور میں اس قدر ریاضت میں - وہ اُسی وقت میرے باطن سے واقف ہوا - اور میرا غرور دیکھ کر مجھے کہا : اے ابو مسلم ! تو نے کون سے دیوان میں دیکھا ہے کہ خود بین آدمی بھی درویش ہوتا ہے - جب میں نے حق کو سارے کا سارا دیکھا تو حق تعالیٰ نے مجھے تخت پر بٹھا دیا - اور تو نے جب سارے کا سارا اپنے آپ کو دیکھا تو تجھے خاک نشین بنا دیا - ہمارے نصیب مشاہدہ ہوا اور تمہارے نصیب مجاہدہ - اور یہ دونوں مقامات راہ حق کے ہیں - اور حق تعالیٰ ان سے پاک (بے نیاز) ہے - درویش مقامات سے فانی (الگ) اور حالات کو خاطر میں نہیں لاتا -

شیخ ابو مسلم کہتا ہے کہ (یہ سن کر) میں بیہوش ہو گیا - اور دنیا اندھیر ہوگئی - جب ہوش آیا تو میں نے توبہ کی اور اس نے

میری توبہ قبول کر لی۔ پھر میں نے کہا : اے شیخ ! مجھے اجازت ہے کہ چلا جاؤں۔ کہ میں آپ کی زیارت کی تاب نہیں رکھتا۔ اُس نے کہا : اے ابو مسلم ! تو سچ کہتا ہے۔ اور پھر مثل کے طور پر یہ شعر پڑھا :

آنچہ گوشم نتوانست شنیدن بہ خبر
ہمہ چشمم بعیان یکسرہ دید آن بہ بصر

(جو خبر میرے کان سن نہیں سکتے تھے۔ وہ میری آنکھوں نے عیاں دیکھ لی) (ص ۳۰۲)۔

۵۸۔ **آداب مسافرت** : مسافر کو چاہیئے ہمیشہ حافظ سنت ہو۔ جب کسی مقیم کے پاس جائے تو ادب سے اس کے پاس آئے اور سلام کہے۔ پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکالے کیونکہ پیغمبر ص نے ایسا کیا ہے۔ جب جوتا پہنے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنے پھر دوسرے پاؤں میں۔ جب پاؤں دھوئے تو پہلے دایاں پاؤں دھوئے اور پھر بایاں پاؤں۔ اور دو رکعت تحیت الوضو پڑھے۔

اور مقیموں (میزبانوں) کے حال پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ اور نہ کسی سے زیادتی کرے۔ نہ اپنے سفر کی سختیاں بیان کرے۔ لوگوں کی حکایتیں، روایات اور علم کی بات کرے۔ اور بنام خدا اُن کا بوجھ اُٹھائے کیونکہ اس میں بہت برکتیں ہوتی ہیں۔ اگر مقیم یعنی میزبان یا اُن کے نوکر اُس سے اصرار کریں۔ اور اُسے اہل کوچہ کے سلام یا کسی کی زیارت کے واسطے چلنے کے لیے کہیں تو امکانی حد تک انکار نہ کرے۔ لیکن دل میں دنیا داروں کی رعایت

کا سنکر ہونا چاہئیے - اور اُن بھائیوں کے رویہ کو نظرانداز کر دینا چاہئے - چاہئے کہ اپنی غرض حاصل کرنے کی چیز کے لیے میزبانوں کو تکلیف نہ دے - اور اپنی راحت اور خواہش نفسانی کے لیے اُنہیں امیروں اور ملازم بادشاہ کے حضور میں نہ لے جائے - الغرض مقیم اور مسافر کو صحبت میں رضائے الٰہی کا طالب رہنا چاہیئے - اور ایک دوسرے سے نیک اعتقاد رکھنا چاہیئے - (ص ۴۰۳)

۵۹ - **آداب طعام** : انسان کے لیے غذا ضرورت کی چیز ہے - کیونکہ ترکیب طبیعت کا قیام کھانے پانی کے سوا نہیں - لیکن شرط مروت یہ ہے کہ وہ اس میں زیادتی نہ کرے - اور دن رات کھانے کی فکر میں مشغول نہ رہے -

امام شافعیؒ نے کہا ہے : جو آدمی صرف یہی سوچتا رہتا ہے کہ جو بھی ملے اُس سے پیٹ بھر لوں اُس کی قدر و قیمت وہی ہوتی جو پیٹ سے خارج ہونے والی چیز کی -

لوگوں نے ابو یزید سے پوچھا : تو بھوک کی زیادہ تعریف کیوں کرتا ہے ؟ اُس نے جواب دیا : اگر فرعون بھوکا ہوتا تو ہرگز "میں تمہارا بڑا بلند رب ہوں" نہ کہتا : اور اگر قارون بھوکا ہوتا تو نافرمانی نہ کرتا (ص ۴۰۴) -

۶۰ - **بسیار خور** : اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے : جو لوگ کافر ہوئے

فایدہ اُٹھاتے ہیں اور چارپایوں کی طرح کھاتے ہیں آن کا ٹھکانا آگ ہے (۴۷ : ۱۲) -

۹۱ - **قبول دعوت** : مذہب کی رو سے اہم ترین شخصیت وہ ہے جو درویش کی دعوت کو رد نہ کرے اور دنیادار کی دعوت قبول نہ کرے ، آن کے گھر نہ جائے - اور آن سے کچھ نہ مانگے کیونکہ اس طرح اہل طریقت کی توہین ہوتی ہے - اس لیے کہ دنیادار درویش کے محرم نہیں (ص ۴۰۶) -

۹۲ - **فقر و غنا** : جو شخص فقر کو غنا پر فاضل ہونے کا اقرار کرے وہ دنیا دار نہیں ہوتا اگرچہ بادشاہ ہو -

اور جو شخص فقر کا منکر ہو وہ دنیا دار ہوتا ہے گو بیقرار ہو (ص ۴۰۶) -

۹۳ - **آداب دعوت** : جب دعوت میں حاضر ہو تو کھانے یا نہ کھانے میں تکلف نہ کرے -

جب صاحب دعوت (میزبان) محرم ہو تو جایز ہے کہ قبیلے کو (ساتھ) لے جائے- اگر نا محرم ہو تو اس کے گھر میں لے جانا جایز نہیں (ص ۴۰۶) -

۹۴ - **آداب رفتار** : خداوند عز و جل نے فرمایا ہے : بندگانِ خدا تو زمین پر با تمکین اور (فروتنی کے ساتھ) آہستہ چلتے ہیں (۲۵ : ۶۴) - (ص ۴۰۶) -

داؤد طائیؒ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نے کچھ دوا کھائی تھی - لوگوں نے مجھے کہا کہ کچھ دیر اِس گھر کے صحن میں ٹہلو تاکہ دوا کا فائدہ ظاہر ہو - میں نے جواب دیا : مجھے شرم آتی ہے کہ قیامت کو خدائے تعالٰی مجھ سے پوچھیں گے کہ تو نے اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے چند قدم کیوں اٹھائے ؟ (ص ۴۰۷) - چنانچہ جبار جلیل نے فرمایا : ان کے قدم ان کے کسب پر گواہی دیں گے (۳۶ : ۶۵) -

۹۵ - **پاک جوتے :** اور جہاں تک ہو سکے دن کو پولے اور جوتے پلیدی سے بچائے تاکہ اُن کی برکت سے رات کو خداوند تعالٰی اُس کے کپڑے بچائے (ص ۴۰۷) -

۹۶ - **حساب سے معاف :** رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے : تین آدمی سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے یعنی وہ حساب سے معاف ہیں : ایک سویا ہوا جب تک کہ بیدار نہ ہو - دوسرا بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو - اور تیسرا دیوانہ جب تک کہ ہوش میں نہ آئے (ص ۴۰۸) - کیونکہ خلقت اُن کی بدی سے امن میں ہوتی ہے - اور وہ بے اختیار ہو جاتے ہیں - پھر اُن کا نفس مرادوں سے بے خبر ہوتا ہے - کراماً کاتبین بھی لکھنے سے آرام کرتے ہیں (۴۰۸) -

۹۷ **گفتگو اور خاموشی کے آداب :** اللہ تعالٰی نے فرمایا : گفتگو میں اُس سے کون زیادہ اچھا ہے جس نے اللہ تعالٰی کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا (۴۱ : ۳۳) - اور یہ بھی فرمایا : نیک قول اور

بخشش اُس صدقے سے اچھی ہے جس کے پیچھے ایذا ہو (۲ : ۲۶۳)
(ص ۲۱۴) -

پیغامبرؐ نے فرمایا : میں اپنی اُمت کی جس چیز سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ اُس کی زبان ہے (ص ۲۱۴) - یہ بھی کہا : جو چپ رہا اُس نے نجات پائی (ص ۲۱۴) -

جنیدؒ کا قول ہے : جس نے اللہ تعالیٰ کو دل سے پہچانا - اُس کی زبان بیان سے رہ جاتی ہے (ص ۲۱۳) -

۶۸ - **توکل :** وحید عصر یگانہ دہر ابو حمزہ خراسانیؒ خراسان کے قدیم مشائخ سے ہوا ہے - اُنہیں ابو تراب سے اُن کی صحبت حاصل تھی - اور خرّاز کو بھی دیکھا ہے - توکل میں ثابت قدم تھے - اور مشہور حکایتوں میں ہے کہ وہ ایک روز جاتے ہوئے کنوئیں میں گر پڑے - جب کوئیں میں انہیں تین دن گزرے تو خراز کے سیاحوں کا ایک گروہ وہاں آ پہنچا - انہوں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کو آواز دوں - پھر کہا کہ یہ بات اچھی نہیں - کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد طلب کروں - اور انہیں یہ کہنا شکایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے کنوئیں میں ڈالا ہے - اب تم نکالو - اتفاقاً وہ خود ہی نزدیک آ نکلے - کیا دیکھتے ہیں کہ راستے میں کنواں ہے جس پر کوئی روک نہیں - شاید کوئی بے خبر یا باخبر اس میں گر پڑے تو اچھا نہیں - آؤ تا ثواب کے لیے اس کنوئیں کا سر ڈھانپ دیں - تاکہ کوئی اس میں نہ گرے -

ابو حمزہ رض کہتے کہ میری جان گھبرائی اور میں زندگی سے نومید ہو گیا - جب انہوں نے کنوئیں کو اچھی طرح ڈھانپ دیا تو واپس چلے گیے - میں نے جناب حق تعالیٰ میں مناجات کی اور جانا کہ اب موت سر پر آ گئی - اور سب خلقت سے نومید ہوا - جب رات ہوئی تو میں نے کنوئیں میں سے آواز سنی- اچھی طرح دیکھا تو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے کنوئیں کا ڈھکنا ہٹایا ہے اور ایک بڑا جانور اژدہا کی صورت پر دیکھا کہ اس نے دم نیچے کی - میں نے جانا کہ میری نجات اس میں ہے - اور یہ خدا نے بھیجا ہے - اس کی دم سے آویزاں ہوا - پھر اس نے مجھے باہر کھینچا - ہاتف نے آواز دی : کہ اے ابا حمزہ ! یہ نجات جو تجھے حاصل ہوئی ہے خوب نجات ہے - کہ ایک مارنے والی چیز نے تمہیں موت سے نجات دی - (ص ۱۶۶) -

۶۸ - **غرور :** جب شبلیؒ جنیدؒ کے پاس آئے تو جنید نے کہا : اے ابابکر ا جب تیرے سر میں غرور ہے کہ میں خلیفہ حاجب الحجاب کا بیٹا ہوں اور سامرہ کا امیر ہوں تو تجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا - جب تک تو بازار میں نکل کر ہر ایک سے سوال نہ کرے گا ، تمہیں اپنی قدر معلوم نہ ہو گی - اس نے ایسا ہی کیا - ہر روز اس کی رونق (ساکھ) کم ہوتی گئی - چھ سال میں اس درجہ تک پہنچا کہ سارے بازار میں پھرا اور کسی نے اسے کچھ نہ دیا - اس نے پھر آ کر جنید سے کہا : اے ابا بکر ا اب اپنی قدر جان لے کہ خلقت تیری قدر کچھ بھی نہیں جانتی ، ان سے دل مت لگا - اور ان کی کچھ قدر نہ سمجھ - (ص ۳۱۷) -

۰۷ - **آداب سوال** : یحییٰ بن معاذ کی ایک بیٹی تھی۔ اس نے ایک روز ماں سے کہا کہ : مجھے فلاں چیز درکار ہے - اس کی ماں نے کہا : خداوند تعالیٰ سے مانگ - اس نے جواب دیا : اے میری ماں ! مجھے شرم آتی ہے کہ نفسانی ضرورت خداوند تعالیٰ سے طلب کروں - جو کچھ آپ دیں گی وہ بھی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہوگی - (ص ۴۱۸) -

اگر تجھے مقصود مل جائے تو نہ ملنے کی بہ نسبت زیادہ خوش نہ ہونا چاہیے - اور عورتوں اور بازاریوں سے سوال نہ کرنا چاہیے۔ اور اپنا راز صرف اس شخص پر ظاہر کرنا چاہیے۔ جس کا مال حلال ہونے پر اعتبار ہو - (ص ۴۱۸) -

اور جہاں تک ہو سکے اپنا حصہ سمجھ کر سوال نہ کرے - اور اس سے (صرف) شان خانہ داری مطلوب نہ ہو (یعنی اشد ضرورت ہو) اور اس چیز کو اپنی ملک مقرر نہ کرے - اور وقت چلانے کا ارادہ رکھے - کل کا خیال دل میں نہ لائے تاکہ ہمیشہ کی ہلاکت میں گرفتار نہ ہو - اور اسم خداوند تعالیٰ کو اپنی گدائی کے پھندے میں نہ باندھے - یعنی خدا کے نام پر کچھ طلب نہ کرے - اور اپنی پارسائی نہ جتلائے تاکہ پارسائی کے خیال سے کچھ زیادہ دیں - (ص ۴۱۹) -

رسول اللہ ؐ نے فرمایا : آپس میں نکاح کراؤ اور زیادہ ہو جاؤ -

میں روز قیامت یقیناً تم پر دیگر امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔ خواہ خام بچہ ہی ہو۔ (ص ۱۱۴)۔

موزوں بیوی : بہت برکت والی (بیوی) وہی ہے جس کی تکلیف کم ہو، خوبصورت ہو اور مہر کم ہو۔ (ص ۱۹۴)۔

۷۱۔ **نکاح مباح، فرض اور سنت:** اور یہ صحیح خبروں میں سے ہے کہ نکاح ہر مومن مرد اور عورت پر مباح ہے۔ مگر جو حرام سے پرہیز نہ کر سکے اس پر فرض ہے۔ اور جو حق عیال داری بجا لا سکے اس کے لیے سنت (ص ۱۹۴)۔

۷۲۔ **نکاح سے بے نیاز۔** احمد سرخسی سے، جو ماوراءالنہر میں میرا رفیق تھا، صاحب شان لوگوں نے پوچھا: تجھے نکاح کرنے کی ضرورت ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ میں اپنے حال میں یا تو اپنے آپ سے غائب ہوتا ہوں یا حاضر۔ جب غائب ہوتا ہوں تو دونوں جہان سے بے خبر ہو جاتا ہوں۔ جب حاضر ہوتا ہوں تو میں اپنے نفس کو ایسا قابو میں رکھتا ہوں کہ جب اسے روٹی ملے تو ایسے جانتا ہے کہ مجھے ہزار حور ملی ہے۔ پس دل کا شغل بڑا کام ہے۔ جس چیز سے بھی ہو بہتر ہے۔ (ص ۲۴۴)

۷۳۔ **قرآن مجید کا سننا :** خداوند عز و جل نے فرمایا ہے: جب قرآن شریف پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۷ : ۲۰۳) (ص ۴۵۵)

اور یہ بھی فرمایا : میرے بندوں کو خوشخبری دو جو قول جی لگا کر سنتے ہیں اور اس میں سے اچھی بات کی تابعداری کرتے ہیں ۔ (۳۹ : ۱۸-۱۷) - یعنی قرآن مجید تعظیم سے سنتے ہیں اور اس کو امر مانتے ہیں -

یہ بھی کہا : کلام حق سننے والوں کے دل میں خوف ہوتا ہے - (۸ : ۲)

اور پھر فرمایا : ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کے رہتے ہیں اور ہم نے خود ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کے کان بھرے کر دیئے ہیں - (۶ : ۲۵)

اور یہ بھی ارشاد ہوا : ایسے مت ہو جیسا اس گروہ نے کہا : ہم نے سنا ہے - اور انہوں نے دل سے نہیں سنا (۸:۲۱)- (ص ۴۵۵)

پیغامبر[ؐ] نے فرمایا : مجھے سورت ھود نے بوڑھا کر دیا ہے - اور کہتے ہیں کہ یہ اس واسطے تھا کہ سورت ھود کے آخر میں یہ آیت تھی : اسی طرح ثابت قدم رہو جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے (۱۱ : ۱۱۲) - اور آدمی امور حقیقت میں حق پر قائم ہونے سے عاجز ہے - اس لیے بندہ بدون توفیق حق کچھ نہیں کر سکتا - (ص ۴۵۶) -

۴۷ - **اشعار کا سننا** : شعر کا سننا مباح ہے اور پیغامبر[ؐ] نے شعر سنے ہیں (ص ۴۵۸) - صحابہ[رض] نے کہا ہے اور سنا ہے کہ رسول اللہ[ؐ] سے روایت ہے : کہ شعر حکمت ہوتے ہیں - اور انہوں[ؐ] نے یہ بھی فرمایا : حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے - اسے جہاں بھی

ملے اس پر اس کا حق ہے ۔ آپؐ نے فرمایا : عربوں نے جو سب سے زیادہ سچا کلمہ کہا ہے وہ لبید کا شعر ہے :

آگاہ ہو کہ ماسوائے اللہ ہر شے باطل ہے
اور ہر نعمت بالضرور دور ہونے والی ہے

(ص ۳۵۸)

عمر بن شرید اپنے باپؓ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے رسول اللہؐ نے امیہ بن ابی الصلت کے شعر سنانے کے لیے کہا تو میں نے ایک سو قافیہ پڑھا ۔ جب ایک بیت پڑھ جاتا تو فرماتے : پڑھتے جاؤ ۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا : قریب ہے کہ وہ (امیہ) اپنے شعر میں اسلام لائے گا ۔ (ص ۳۵۸)

عمرؓ نے کہا ہے کہ لوگوں کو اس میں غلطیاں پڑی ہیں۔ ایک گروہ سب شعروں کا سننا حرام قرار دیتا ہے ۔ اور دن رات مسلمانوں کی غیبت کرتا ہے ۔ دوسرا گروہ سب قسم کے اشعار کو حلال کہتا ہے ۔ اور دن رات غزل اور چہرہ و زلف و خال معشوق کی صفت سنتا ہے ۔ اور ہر سلسلے میں ہر ایک اپنے حق میں دلائل دیتا ہے لیکن مشائخ کا یہ طریق ہے کہ پیغامبرؐ سے شعر کے متعلق پوچھا گیا تو حضرتؐ نے فرمایا : یہ کلام ہے جس میں سے اچھا اچھا ہے اور برا برا ۔

۷۵ ۔ **لحن اور آواز :** پیغامبرؐ نے فرمایا : اپنی آوازوں کو قرآنِ مجید پڑھنے کے لیے سوہنا کرو ۔ (ص ۳۵۹)

ابراہیم خواصؒ نے کہا ہے کہ ایک وقت میں عرب کے قبائل سے ایک قبیلہ میں پہنچا اور ایک امیر کے مہمان خانے میں اترا ۔ میں نے ایک حبشی دیکھا کہ زنجیروں سے بندھا ہوا ہے اور دھوپ میں اس پر ایک خیمہ ڈالا ہوا ہے ۔ میرے دل میں اس پر رحم آیا ۔ اور میں نے اس کی سفارش کا ارادہ کیا ۔ جب میرے پاس کھانا لائے تو امیر مہمانوں کی تعظیم کے لیے آیا تاکہ مجھ سے مل کر کھانا کھائے ۔ جب اس نے کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے انکار کر دیا ۔

عرب کو کوئی چیز ایسی سخت معلوم نہیں ہوتی جیسا کہ مہمان کا انکار ۔ یعنی اگر کوئی ان کا کھانا کھانے سے انکار کرے تو بہت برا جانتے ہیں ۔

اس نے کہا : اے جوان ! تو میرا کھانا کھانے سے کیوں انکار کرتا ہے ؟

میں نے کہا : مجھے تیری میزبانی سے بڑی توقعات ہیں ۔

اس نے جواب دیا : سب املاک (مال و منال) تیرے واسطے ہیں ۔ تو میرا کھانا کھا ۔

میں نے کہا : مجھے تیری املاک کی ضرورت نہیں ۔ یہ غلام مجھے دے دے ۔

اس نے کہا : پہلے تو اس کا گناہ پوچھ ۔ پھر اسے قید سے آزاد کر دے ، کیونکہ میری سب املاک پر تیرا اختیار ہے ۔ جب تک میری ضیافت میں ہے ۔

میں نے پوچھا : بتا اس کا کیا جرم ہے ؟

اس نے کہا : یہ غلام میرا ہے ۔ اور اس کی آواز بڑی اچھی ہے۔ میں نے اسے چند اونٹ دیے تاکہ کھیتوں میں جا کر دانہ لادے۔ اس نے اونٹ پر دو اونٹوں کا بوجھ لاد دیا۔ یہ راستہ میں حدی خوانی (ساربانوں کا گانا) کرتا رہا ۔ اور اونٹ جلدی جلدی دوڑتے رہے ۔ اور تھوڑی مدت میں یہاں پہنچ گئے ۔ اور جتنا بوجھ میں نے کہا تھا اس سے دگنا اٹھا لائے ۔ جب اونٹوں کا بوجھ اتارا تو وہ سب اونٹ ایک ایک دو دو کر کے مر گئے ۔

ابراہیمؒ نے کہا کہ مجھے یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی ہے۔ میں نے کہا : اے امیر ! اتنا بڑا آدمی ہو کر تجھے سچ کے سوا اور کچھ نہ کہنا چاہیے ۔ لیکن مجھے اس قول کی دلیل چاہیے ۔

ہم یہ بات ہی کر رہے تھے کہ چند اونٹ گھاٹ پر آئے تاکہ پانی پئیں ۔ امیر نے پوچھا : کتنے روز سے انہوں نے پانی نہیں پیا ؟ انہوں نے کہا کہ تین روز سے ۔ اس غلام سے کہا کہ آواز لگا ۔ (یعنی گانا گا) اونٹ اس کی آواز میں اتنے مشغول ہوئے کہ کسی نے پانی کی طرف منہ نہ کیا۔ اچانک بھاگے اور جنگل میں پراگندہ ہوگئے۔ اس نے غلام کو کھولا اور مجھے بخش دیا ۔

۷۶ - **جانور اور سرود :** بعض مشاہدات میں نے بھی کیے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بلوچ اور گدھے والے راہ میں سرود کرتے ہیں اور اونٹ اور گدھے خوش ہوتے ہیں ۔

خراسان اور عراق میں عادت ہے کہ شکاری رات کو تھال

بجاتے ہیں اور ہرن وہ آواز سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں - تب وہ انہیں پکڑ لیتے ہیں - اور مشہور ہے کہ ہندوستان میں ایک گروہ باہر (جنگل میں) جاتا ہے اور سرود کرتا ہے - یہ آواز بدل لیتے ہیں - ہرن جب سنتے ہیں تو ان کی طرف آ کر اُن کے گرد گھومنے لگتے ہیں - یہ اور سرود کرتے ہیں تو وہ (ہرن) آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہیں - تب یہ اُنہیں پکڑ لیتے ہیں - (ص ۳۶۱)

۷۷ - **بچے اور سرود** : چھوٹے بچوں کا دستور ہے کہ جب وہ جھولے میں روتے ہیں اور کوئی آدمی گانا گائے تو یہ چپ ہو جاتے ہیں - اور گانا سنتے ہیں -

طبیب کہتے ہیں کہ (گانا سننے والے) بچے کی حس ٹھیک ہے۔ اور بڑا ہو کر وہ دانا انسان بنتا ہے -

عجم کا ایک بادشاہ فوت ہوا تو اس نے دو برس کا بیٹا اپنے پیچھے چھوڑا - وزیروں نے کہا : اسے تخت نشین کرنا چاہیے - بوزرجمہر نے ایک تدبیر کی - کہ بہتر ہے اس طرح آزمانا چاہیے کہ آیا اس کے حواس ایسے درست ہیں یا نہیں ، تاکہ اس سے انتظام ملک کی اُمید ہو سکے - لوگوں نے تدبیر پوچھی تو اس نے کہا : کوئی اس کے سر پر گیت گائے - لڑکا خوشی سے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ بوزرجمہر نے کہا : اس سے انتظام ملک کی امید ہے - (ص ۳۶۱)

کتابیات

1. Baqir Muhammad, *Introduction to Tazkira-yi Khattatin*, Lahore, 1965.

2. Baqi, Muhammad, *Lahore-Past and Present*, Lahore, 1952.

3. Baron V. Rosen, *Collections Scientifiqes de l' Institue des Langues Orientales, iii. Les Manuscripts Persan*, St. Petersbourg, 1886.

4. Dugin, L.S., *The Kashf-ul-Mahjub of Abul-Hasan Ali Al-Jullabi* (An article in Siddiqui Collection, See Siddiqui).

5. Ethe, Hermann, *Neupersisch Litterature* Strasbourg, 1896-1904.

6. G. Le Strange, *Nuzat-al-Qulub*, London, 1919.

7. Flugel, G., *Die., arabischen, persishden and turkischen Handschriften der Kaiserlich-Koniglichen Hofbibliothek zu Wien.* Wein, 1865.

8. Khal, E.Th., The Persian, Arabic and Turkish manuscripts in the Turkestan Public Library, Catalogue (in Russian).

9. Nicholson, Reynold A., *The Kashf al-Mahjub* (Eng. Tr.), London, 1959.

10. Siddique, Misbah al-Haque, *The life and Teaching of Hazrat Data Ganj Bakhsh.* Lahore, 1977.

کتابیات

۱۱ آب کوثر : شیخ محمد اکرام - لاہور ، ۱۹۴۰ -

۱۲ - آداب الحرب والشجاعہ : فخر مدبر ، شریف محمد بن منصور - نسخۂ خطی متعلق بکتابخانۂ موزۂ برطانیہ - ایڈیشنل ، شمارہ ۱۶۵۸۳ -

۱۳ - آئین اکبری : ابوالفضل - کلکتہ ، ۱۸۷۷ -

۱۴ - اخبارالاصفیا : عبدالصمد بن محمد افضل - نسخۂ خطی متعلق بکتابخانۂ دیوان ہند - شمارہ ۶۳۱ -

۱۵ - اسماءالمصنفین : اسماعیل پاشا بغدادی - استانبول -

۱۶ - اوریئنٹل کالج میگزین : لاہور ۱۹۳۳-۳ء -

۱۷ - ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون : اسماعیل پاشا بغدادی - استانبول ، ۱۳۶۴ھ - ق -

۱۸ - بزم صوفیہ : سید صباح الدین عبدالرحمن - اعظم گڑھ ، ۱۹۴۹ء/۱۳۶۹ھ -

۱۹ - تاریخ تصوف در اسلام : دکتر قاسم غنی - تہران ، ۱۳۲۲ -

۲۰ ، تاریخ فرشتہ (اردو) : محمد قاسم ہندو شاہ - لکھنؤ ، ۱۹۰۵ء -

۲۱ - تاریخ وفات داتا گنج بخش ، علی ہجویری غزنوی : آقای عبدالحی حبیبی ، مقالہ ای مطبوعہ مجلۂ سروش ، کراچی ، اکتوبر ۱۹۵۹ ، ص ۳-۱۱ -

۲۲ - تاریخ وفات ہجویری : استاد دکتور محمد شفیع - مقالہ ای مطبوعہ مجلۂ سروش ، کراچی ، دسمبر ۱۹۵۹ - ص ۱۰-۱۲ -

۲۳ - تحقیقات چشتی : سید نور احمد چشتی - پنجابی ادبی اکیڈمی ایڈیشن، لاہور ، ۱۹۶۴ء -

۲۴ - تذکرۃالاتقیا ، طغرا : نسخۂ خطی متعلق بہ کتابخانۂ دانشگاہ پنجاب۔ شمارہ ۲۹۹ ۳۲۹۹/۲۹۴ شیرانی کلکشن -

۲۵ - تذکرۂ شعرای پنجاب ، (سرہنگ) خواجہ عبدالرشید - کراچی ، ۱۹۶۳ء -

۲۶ - تذکرۂ علمائے ہند : رحمان علی - لکھنؤ ، ۱۹۱۴ء ہ

۲۷ - تصوف اسلام : عبدالماجد دریا بادی - اعظم گڑھ ، ۱۹۴۹ء/ ۱۳۶۵ھ -

۲۸ - ثمرات القدس : مرزا لال بیگ لعلی - نسخۂ کتابخانۂ رامپور ، ۸۴ -

۲۹ - (کتاب) حدود العالم من المشرق الی المغرب - طہران ۱۳۵۲ ھ - ق -

۳۰ - حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخش : پروفیسر شیخ عبدالرشید، لاہور ، ۱۹۶۷ء -

۳۱ - خزینۃ الاصفیا : منشی غلام سرور لاہوری - دو جلد - کانپور ، ۱۹۱۴ء -

۳۲ - خزینۃ الاولیا : (دو جلد) منشی غلام سرور لاہوری - لاہور ، ۱۲۸۴ھ -

۳۳ - خلاصۃ التواریخ : سجان رائے بھنڈاری - دہلی ، ۱۹۱۸ء -

۳۴ - داتا گنج بخش کی مفصل سوانح عمری : محمد الدین فوق - لاہور ، ۱۹۱۴ء -

۳۵ - رسالۂ ابدالیہ : مولانا یعقوب چرخی ، بتصحیح محمد نذیر رانجھا - لاہور ، ۱۹۷۷ -

۳۶ - سبک شناسی : (۳ جلد) ملک الشعراء بہار - تہران ، ۱۳۴۰ء -

۳۷ - سفینۃ الاولیا : دارا شکوہ - لکھنؤ ، ۱۸۷۲ء -

۳۸ - سفینۃالاولیا : دارا شکوہ - کانپور ، ۱۸۸۴ء -

۳۹ - شجرہ نسب سجادہ نشینان : صاحبزادہ شیخ محمد سلیم حامد - لاہور ، ۱۹۷۹ء -

۴۰ - شرح حال مخبرالواصلین : تالیف (۱۰۶۰ھ) مظہرالحق فاضل اکبر آبادی - نسخہ خطی متعلق بکتابخانہ دانشگاہ پنجاب، شمارہ ۳۲۲۶۱ -

۴۱ - شرح نفحات‌الانس : شیخ حامد کشمیری -

۴۲ - فوائدالفواد : امیر حسن علا سجزی - لکھنؤ ، ۱۹۰۸ء -

۴۳ - قاموس‌الاعلام : شمس‌الدین سامی بیگ - استانبول ، ۱۳۱۶-۱۳۲۰ -

۴۴ - قاموس جغرافیائی افغانستان ، محمد حکیم ناہض - کابل ، ۱۳۳۸ -

۴۵ - قصر عارفان : مولوی احمد علی - باہتمام دکتر محمد باقر - لاہور ، ۱۹۶۵ -

۴۶ - کشف‌الاسرار : سید علی ہجویری -

۴۷ - کشف‌الظنون : حاجی خلیفہ - قاہرہ ، ۱۹۴۱ء -

۴۸ - کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون : حاجی خلیفہ - استانبول، ۱۹۴۳ء/۱۳۶۲ء -

۴۹ - کشف‌المحجوب : نسخہ خطی متعلق بکتابخانہ استاد دکتر محمد شفیع -

۵۰ - کشف‌المحجوب : لاہور ایڈیشن ، ۱۸۷۴ء -

۵۱ - کشف‌المحجوب : سمرقند ایڈیشن ، ۱۹۱۲ء -

۵۲ - کشف‌المحجوب : نسخہ تہران ، ۱۹۷۸ء -

۵۳ - کشف‌المحجوب : بتصحیح و تحشیہ علی قویم - لاہور ، ۱۹۷۸ -

۵۴ - کشف‌المحجوب : متن تصحیح شدہ ولینتائن ژوکوفسکی - تہران ، ۱۳۳۶ ہجری ق -

۵۵ - کشف‌المحجوب : نسخہ خطی لاہور (رک : نوائے وقت ، لاہور ، ۲۹ دسمبر ، ۱۹۷۷ء) -

۵۶ ـ کشف المحجوب اور سید علی ہجویری کے بارے میں چند گزارشات: مقالہ از ڈاکٹر محمد باقر ـ مجلہ تحقیق ، دانشگاہ پنجاب ـ نومبر ، ۱۹۸۰ء ـ

۵۷ ـ لغت فرس : ابو منصور علی بن احمد اسدی طوسی ـ تہران ، ۱۳۱۹ش ـ

۵۸ ، مآثرالکرام : غلام علی آزاد بلگرامی ـ حیدرآباد ، ۱۹۱۰ء ـ

۵۹ ـ مآثر لاہور ، سید ہاشمی فریدآبادی ـ لاہور ، ۱۹۴۹ء ـ

۶۰ ـ مجمع الفرس : محمد قاسم بن حاج محمد کاشانی ـ نسخۂ خطی متعلق بکتابخانۂ دانشگاہ پنجاب ، شمارہ A Pi I, 4 ـ

۶۱ ـ مرآۃ الجنان : عبداللہ یافعی ، حیدرآباد ـ

۶۲ ـ مفتاح العارفین : عبدالفتاح بن نعمان ـ نسخۂ خطی متعلق بہ کتابخانۂ دانشگاہ پنجاب ـ شمارہ ۱۹۱۳ شیرانی کلکشن ـ

۶۳ ـ مقالات علمی (جلد اول) مولوی محمد شفیع ـ لاہور ـ

۶۴ ـ المنتظم فی تاریخ الامم : ابن الجوزی ـ قاہرہ ـ

۶۵ ـ نزہت الخواطر : عبدالحی ـ

۶۶ ـ (الف) نفحات الانس : نورالدین عبدالرحمن جامی ـ کلکتہ ، ۱۸۵۸ء
(ب) ـ نفحات الانس : نورالدین عبدالرحمن جامی ، کانپور ، ۱۸۷۴ء ـ

۶۷ ـ نزہت القلوب : حمداللہ مستوفی ـ بمبئی ، ۱۳۱۱ ـ ھ ـ ق ـ

۶۸ ـ وفیات الاعیان : (دو جلد) ابن خلقان ، قاضی احمد بن محمد ـ تہران ، ۱۲۸۴ھ ـ

اشاریہ

ب

ث

ج

چ

ح

خ

د

ڈ

ذ

ر

ز

ژ

س

ش

ص

ط

ق

ک

گ

ل

ن

و

ہ

ی

احوال و تعلیمات

شیخ ابوالحسن ہجویری داتا گنج بخشؒ

3

از

ڈاکٹر محمد باقر

ادارۂ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور